امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں
- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- مولانا قاضی مظہر الحقؒ
- گرداب فنا
- اسلامی تہذیب کی حفاظت کیجئے
- نکاح کے لیے شرعی ہدایت
- اسلامی لشکر کے ایک مایہ ناز سپہ سالار
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 47 مورخہ ۱۱/ ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ مطابق ۹/ دسمبر ۲۰۱۹ء روز سوموار

قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور تحریک امارت شرعیہ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کا عہد اس اعتبار سے اہم تھا کہ مسلمانوں کو دین سے دور کرنے اور باطل عقائد کے پیروکار بنانے کے لیے تین محاذ پر زبردست کام ہو رہا تھا، قادیانی اپنے مبلغین کے ذریعہ مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر رہے تھے، عیسائی پادری انگریزوں کی حکومت کے زیر سایہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے میں لگے تھے اور غریب مسلمانوں کے ایمان کی خریداری کے لیے مال ودولت کے دہانے انہوں نے کھول رکھے تھے، ایک طرف آریہ سماج تھے جو سناتن دھرمیوں سے دست وگریباں تھے اور مسلمانوں کو دام تزویر میں لانے کی ہر ممکن جدوجہد کر رہے تھے، ان تینوں نے مسلمانوں کو اپنا ہدف بنا رکھا تھا اور مسلمان مختلف مسلک اور مکتب فکر میں اس طرح بنٹے ہوئے تھے کہ ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا تھا، باہمی جنگ وجدال نے ان کے مثبت کاموں کی راہ روک دی تھی، اور ان بکھرے اور ٹوٹے ہوئے تاروں سے روشنی تو کیا پھوٹتی ان کا رعب ودبدبہ بھی ختم ہو کر رہ گیا تھا، گویا وہ قرآن کریم کی آیت وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ کی مخالفت کر کے دوسروں کے لیے سامان عبرت بنے ہوئے تھے، ایسے میں مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور انہیں کلمہ کی بنیاد پر متحد کرنے کی فکر بہتوں کے دلوں میں تھی، لیکن اس کا عملی ظہور اللہ تعالیٰ نے ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ کے ذریعہ مقدر کیا تھا، اس لیے وہ پہلے انجمن علماء بہار، پھر جمعیت علماء اور اس کے بعد امارت شرعیہ کی تحریک کو عام کرنے کے لیے آگے آئے، اور انہوں نے اس کام میں اپنی بہترین توانائی اور زندگی کا بیشتر حصہ لگا دیا، یہ آسان کام نہیں تھا، مختلف مکتب فکر کے لوگ اسلام کو اپنے تک ہی محدود سمجھ رہے تھے، کئی لوگ تو اپنے مسلک سے الگ لوگوں کو کافر، فاسق، مرتد، کہنے سے بھی باز نہیں آتے تھے، فتنوں کا دور تھا، اور آزمائشوں کی گرم بازاری تھی۔

مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ لکھتے ہیں ''یہ وہ حالات تھے، جس میں قدرت نے حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ کو اس تاریخی عمل کے لیے منتخب فرمایا، جو اگر ایک طرف مردہ سنت کا احیاء تھا تو دوسری طرف امت کے انتشار کو تنظیم اور ان کی گروہ بندیوں کو ختم کر کے اسلامی اجتماعیت کے سانچے میں ڈھالنے والا تھا۔
(امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب صفحہ ۴۵)

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (م ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰) نے جب اس کام کو شروع کیا، کلمۂ واحدہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو متحد کرنے کی بات کی، امارت شرعیہ اور حزب اللہ کا خاکہ لوگوں کے سامنے رکھا تو علمی اور عملی بنیادوں پر اس کی مخالفت ہونے لگی، مولانا محمد سجادؒ نے ہر مسلک اور مکتب فکر کو جوڑنے کے لیے اسفار کیے، یہ سفر اس دور میں آج کی طرح آسان نہیں تھا، بلکہ السفر کالسقر کی عملی تصویر پیش کیا کرتا تھا، مولانا نے تحریک امارت اور فکر امارت پر اس دور کے انتہائی مؤثر لوگوں کی ایک فہرست بنائی اور عرصہ تک ان سے مل کر ان کے سامنے اپنی بات رکھتے رہے، اور ان کے شکوک وشبہات دور کرنے میں لگے رہے، بہار سے باہر کی بات کروں تو بات لمبی ہو جائے گی، بہار کے اندر دو خانقاہوں کے اثرات بہت تھے، اور بہار کا مطلب اس زمانہ میں اڈیشہ وجھارکھنڈ بھی ہوا کرتا تھا: کیوں کہ صوبوں کی تقسیم نہیں ہوئی تھی، یہ دو مؤثر اور بافیض خانقاہ، خانقاہ رحمانی مونگیر اور خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف تھی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے ان دونوں بزرگوں سے خصوصی ملاقات کی اور مسلمانوں کی اجتماعیت کی ضرورت، امارت شرعیہ کی اہمیت اور ایک امت ایک جماعت بن کر زندگی گذارنے کے شرعی تقاضوں کا ذکر کیا، یہ دونوں حضرات بڑے اہل علم تھے، شریعت کے نصوص اور دین کے تقاضوں پر ان کی نظر گہری تھی، چنانچہ دونوں بزرگوں نے اس کے قیام کی ضرورت سے اتفاق کیا۔

حضرت مولانا محمد مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ لکھتے ہیں: ''مولانا علیہ الرحمۃ نے پوری دلسوزی کے ساتھ یہ مسئلہ وقت کے اولیاء اللہ اور علماء کرام کے سامنے رکھا اور پورے شرح صدر کے ساتھ قطب العالم مولانا سید محمد علی مونگیریؒ (مولود ۳/ شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸/ جولائی ۱۸۴۶ء المتوفی ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۷ھ) اور بدر الکاملین حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین پھلواروی (المتوفی ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء) نے مولانا کی تائید فرمائی۔''
(امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب صفحہ ۳۲)

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے بھی ان دونوں بزرگوں کی سرپرستی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس تحریک کی بڑی خوش قسمتی تھی کہ اس کو اپنے پہلے ہی مرحلہ میں حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی وناظم اول ندوۃ کی تائید وحمایت اور بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحبؒ کی سرپرستی حاصل ہوئی۔'' (مقدمہ امارت شرعیہ دینی جدووجہد کا روشن باب صفحہ ۵)

۱۹/ شوال ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۶/ جون ۱۹۲۱ء کی وہ مبارک تاریخ تھی، جب مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں امارت شرعیہ کے قیام کا فیصلہ ہوا، اس فیصلے میں قطب عالم حضرت مونگیریؒ کے مشورے تعاون اور سرپرستی کو خاصہ دخل تھا، امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ فرماتے ہیں: ''قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری، عارف باللہ حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین قادری قدس سرہما کے مشورے، تعاون اور سرپرستی میں امارت شرعیہ قائم ہوئی، یہ واقعہ ۱۹۲۱ء کا ہے، امارت شرعیہ ایک منظم تحریک، مرتب جدوجہد اور ربط ونظم، ملت کے لیے نسخہ بے بہا کے طور پر سامنے آئی، جس میں اطاعت امیر کا تصور تھا، نفاذ قوانین اسلامی کا ذہن تھا، خلافت علی منہاج النبوۃ کا خاکہ تھا، تنظیم کا نقشہ تھا، اور ان بہت سی چیزوں کا پرتو تھا، جنہیں صدیوں قبل نگاہ ونظر سے دیکھا پرکھا اور برتا تھا۔'' (حضرت سجاد صفحہ ۲۱)

مولانا عبداللہ عباس ندویؒ نے ان دونوں حضرات کے ذریعہ امارت شرعیہ تحریک کی سرپرستی کی وجہ سے مولانا محمد سجادؒ کو موفق من اللہ کہا ہے، لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ یقیناً موفق من اللہ تھے اور اللہ نے ان کو بروقت توفیق دی کہ وہ صوبہ بہار کے دو عظیم روحانی مرکز کی تائید اور سرپرستی قبول کر لیں، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ اور حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ کو سرپرست تجویز کرنا اور امیر شریعت بنانا مولانا محمد سجادؒ کی اصابت رائے اور صحیح فکر کا نتیجہ تھا۔'' (مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد- دید وشنید)

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ برسوں سے قیام امارت شرعیہ کے بارے میں سوچ رہے تھے، بالآخر جب یہ امارت قائم ہوگئی تو آپ نے لکھا: ''جس نظام کی تمنا ہمارے دلوں میں ہمیشہ سے تھی، آخر اس کا وجود ہوا۔'' (مسلمان ایک امت ایک جماعت)

حضرت کے یہ جملے بتا رہے ہیں کہ اس اہم ادارہ کے قیام کے سلسلے میں آپ کی سوچ ہمیشہ سے تھی، لیکن حضرت کی اپنی مشغولیات جو باطل ادیان کے خلاف تھی اور جو مہم قیام ندوۃ العلماء کے لیے انہوں نے چلائی اس میں اس سوچ میں خاکہ بھرنے کا انہیں موقع نہیں ملا، پھر جب مولانا محمد سجادؒ اس کام کو لے کر اٹھے تو حضرت مونگیریؒ کی دیرینہ تمنا پوری ہوئی اور ان کے دل کی آواز اور دماغ کی سوچ نے ادارہ کی شکل اختیار کر لی اور حضرت مونگیریؒ نے ہر محاذ پر اسے آگے بڑھانے میں حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ کی سرپرستی فرمائی، مشورہ دیے، جہاں خطوط وغیرہ سے معاونت کی ضرورت محسوس ہوئی، وہاں خطوط سے لوگوں کو اس اہم کام کی طرف متوجہ کیا۔

امارت شرعیہ کی یہ تحریک کس قدر ضروری تھی اور اس کی اہمیت کیا ہے، اس کو سمجھنے کے لئے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی تحریر کا یہ اقتباس ضرور سامنے رکھنا چاہیے، لکھتے ہیں: ''مجھے ہندوستان کے کسی صوبہ پر رشک آتا ہے تو بہار پر، اور اگر بہار پر رشک آتا ہے تو امارت شرعیہ کی وجہ سے کہ وہاں کے مسلمان اس کی بدولت ایک ایسی زندگی گذار رہے ہیں، جو معتبر اسلامی زندگی سے قریب تر اور جاہلی وغیر اسلامی زندگی سے بعید تر ہے۔'' (مقدمہ امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب صفحہ ۲۶)

حضرت مولانا محمد سجاد صاحب قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے رابطہ میں انجمن علماء بہار کے قیام کے پہلے ہی سے تھے، جب آپ نے انجمن علماء بہار کے قیام کا فیصلہ کیا تو باضابطہ مونگیر حضرت سے مشورہ کے لیے تشریف لے گئے، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے مولانا محمد سجادؒ کے اس سفر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ابھی چند مہینے ہوئے کہ وہی استھانواں کا ایک خطیب (حضرت مولانا محمد سجاد) خانقاہ مونگیر اس غرض سے آیا تھا کہ علماء کی منتشر اور پراگندہ جماعت کو ایک نقطہ پر خاص سیاسی خیالات کے ساتھ جمع کیا جائے، اس وقت دلی کی جمعیت علماء کا خواب بھی نہیں دیکھا گیا تھا، طے ہوا کہ صوبہ بہار کے علماء کو پہلے ایک نقطہ پر متحد کیا جائے، پھر بتدریج اس کا دائرہ بڑھایا جائے۔'' (حیات سجاد صفحہ ۱۱)

(بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

ہمارا فریضہ

''فسادات رکنے کی اب صرف ایک راہ ہے اور وہ یہ کہ حملہ کرنے والے خود اپنے لیے بھی خطرہ محسوس کرنے لگیں، لہذا اپنی جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے ہر لحہ پوری طرح مستعد رہنا اور ہر طرح کے حالات کا جرأت اور اعتماد علی اللہ کے ساتھ سامنا کرنا ہمارا فریضہ ہے، ہمیں اسی سرزمین پر رہنا اور یہیں جینا اور یہیں مرنا ہے، اس لیے فرار اور گریز کی راہ اختیار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بس ہمیں اپنے ممکن وسائل کے ساتھ اپنے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔'' (امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ)

بلا تبصرہ

''ملک میں جمہوریت تبھی ٹھیک سے چل سکتی ہے جب ملک کی سیاست صاف ستھری ہو، اس کو صاف ستھری رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ حقیقی معنوں میں سب کچھ عوام کے سامنے ہو، اس کے لیے سیاسی پارٹیوں اور سیاست دانوں کو اپنی ذہنیت بدلنی ہوگی، اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سیاسی پارٹیوں کو حق اطلاعات قانون کے تحت لایا جائے، جب تک یہ نہیں ہوتا تب تک آدھے من سے کیے گیے اپائے یا پھر رازداری قائم کرنے والے بونڈ منصوبوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔'' (دینک جاگرن ۳۰/ نومبر ۲۰۱۹ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا عبد الباسط ندوی

أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض فماجزاء من يفعل ذلک منكم الاخزی فی الحياة الدنياويوم القيٰمة يردون الى اشدالعذاب ومالله بغافل عماتعملون ۔(البقرہ:۸۵)

(کیاتم کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہواورایک حصہ سے انکارکرتے ہو پس تم میں سے جوایسا کرے اس کی سزا کیاہے بجز دنیوی زندگی میں رسوائی کے؟اورقیامت کے دن سخت ترین عذاب میں ڈالے بھی جائیں گے اور جوکچھ تم کرتے ہو،اللہ اس سے بے خبرنہیں)

وضاحت :قرآن کریم کتاب ہدایت ہے وہ نہ تو قصوں اورواقعات کی کتاب ہےاورنہ ہی تاریخ کی،اس نے گزشتہ تمام قوموں کے جواحوال بیان کیے ہیں اس سے مقصودخودامت مسلمہ کوبھی متوجہ کرنا ہے،اوراس امت کوبھی ان جیسے گناہوں کےارتکاب سے باز رکھنے کے لیے تنبیہ کرنا ہے۔مذکورہ آیت کاتعلق گرچہ یہودیوں سے ہےاورانہیں کی بعض حرکتوں پران کومتوجہ کیا گیا ہے کہ ایک طرف وہ آپس میں لڑتے بھڑتے بھی تھےاوراس کے نتیجہ میں قیدو بند کی سزاہوتی تو رہائی کرانے کی بھی کوشش کرتے اوردلیل دیتے کہ قیدیوں کورہا کرانا ہم پرواجب ہے،لیکن خود یہ نہیں دیکھتے کہ آپس میں قتال کرنااوراسی طرح سے قیدو بند کرنا بھی تو حرام ہے،بہرکیف ان کے اس کرتوت کی سزاانہیں اس دنیامیں ملی اورمسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوئے۔آج اس آیت پرغورکرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ آیت اپنے نزول کے وقت یہودیوں کے حق میں تھی،آج کہیں یہ آیت ہمارے حق میں تونہیں،اس لیے کہ آج پوری دنیامیں ہماری ذلت ورسوائی کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے قرآن کریم کےاحکام کو بالائے طاق رکھ دیا،جواحکام ہماری مرضی وخواہش کےمطابق ہوتے ہیں اس پرعمل کرلیتے ہیں مگراکثراحکام جوہماری نفس پرستی کے موافق نہیں اس کوہم چھوڑے ہوئے ہیں اوراس کے بالمقابل اپنی خواہشات کے مطابق غیروں کے بنائے ہوئے تہذیب کواپنائے ہوئے ہیں اورسماجی ومعاشرتی اوراخلاقی ہرحیثیت سے ہم نے احکام الٰہی کوچھوڑکراپنی خودساختہ یاغیروں کے احکام کواپنارکھا ہے،حضرت علامہ شبیراحمدعثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے ضمن میں تحریرفرماتے ہیں کہ''اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ اگرکوئی شخص بعض احکام کی تومتابعت کرےاور جوحکم کہ اس کی طبیعت یاعادت یاغرض کے خلاف ہواس کے قبول میں قصورکرے تو بعض احکام کی متابعت اس کوکچھ نفع نہیں دے سکتی ۔(تفسیرعثمانی)غرض آج ہم مسلمانوں کی ذلت ورسوائی اورپستی کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم نے احکام الٰہی کوپس پشت ڈال دیااوردنیا کی مادہ پرست زندگی کے درپے ہوگئے۔اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر ہماری اس پستی وگراوٹ کی پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا''**عن ثوبان رضی اللہ عنه قال :قال رسول اللہ ﷺ يوشک ان تداعی عليكم الامم كماتداعی الاكلة الى قصعتها فقال قائل و من قلة نحن يومئذ قال بل انتم يومئذ كثير ولكنكم غثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدورعدوكم المهابة منكم وليقذفن فی قلوبكم الوهن قال قائل يارسول الله وماالوهن قال حب الدنيا و كراهية الموت** (سنن ابی داؤد:باب تداعی الامم علی الاسلام،رقم الحدیث:۴۲۹۹)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:عن قریب ایساوقت آنے والا ہے جب (کفر وضلالت والی) قومیں آپس میں ایک دوسرے کوتم سےلڑنے اورتمہاری شان وشوکت کومٹانے کے لیے بلائیں گے جیسا کہ کھانے کے دسترخوان پرجمع ہونے والےلوگ آپس میں ایک دوسرے کوکھانے کے قاب کی طرف متوجہ کرتے ہیں کسی نے عرض کیا،کیااس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟حضور ﷺ نے فرمایانہیں بلکہ اس وقت تمہاری تعدادتو بہت ہوگی،لیکن تمہاری حیثیت پانی کےاس جھاگ کی سی ہوگی جودریا کے کناروں پر پائے جاتے ہیں اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت اورتمہارارعب نکال دیں گے اورتمہارے دلوں میں ضعف پیداکردیں گے،کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے دلوں میں ضعف پیداہونے کا سبب کیا ہوگا؟آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کی محبت اورموت سے بیزاری۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے ہم مسلمانوں کی حیثیت کو''غثاء''پانی کے جھاگ سے تشبیہ دی ہے جس کے اندرافادیت نہیں ہوتی ہے نہ تو پیاس بجھانے کے کام آتا ہےاورنہ ہی اس سے سینچائی وغیرہ کا کام لیاجاسکتا ہے بلکہ وہ عبث اور بے کار ہے جوضائع ہوتا ہے،بس یہی حالت آج ہم مسلمانوں کی ہوگئی ہے کہ ہم نے اپنی افادیت کوکھودیااوردوسروں کےمحتاج ہوگئے،دنیا کا بھی دستور ہے جوچیزافادیت کھودیتی ہے وہ اپنی جگہ سے ہٹادی جاتی ہے،بلب فیوز ہوجاتا ہےتواسےاس کی جگہ سے ہٹا کرکچڑے دان میں ڈالدیاجاتا ہے،ہمیں غورکرناچاہیےکہیں ہماراحال بھی یہی تونہیں کہ ہم نے جب اپنی افادیت کھودی،قوموں کے لیے مفیدنہیں رہے،ہمارے ذمہ اللہ نے جوکام دیا تھا اس کویکسر چھوڑدیاتو قوموں نے ہمیں کچڑے دان میں ڈالدیا،آگےاسی حدیث میں اللہ کےرسول ﷺ نےاس کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ تمہارےاندردنیا کی محبت پیداہوجائے گی۔آج غورکیجئے تو جس طرح دوسری قوموں کے سامنے دنیاہی دنیاہے وہ اسی دنیا کی نعمتوں کواپنے لیے سب سے بڑی چیزاورسب سے بڑی نعمت سمجھتے ہیں اوراسی کے لیے تگ ودوکرتے ہیں،آج ہم بھی انہیں کی رومیں دنیاہی کے لیےاپنی ساری تگ ودواورکوششوں کووقف کیے ہوئے ہیں ،مال ودولت اورعہدہ ومنصب کے پیچھے دوڑے چلے جارہے ہیں اوراپنافرض منصبی جواللہ تعالی نے عطافرمایا تھا اسے بالکل فراموش کربیٹھے ہیں جس کا آج نتیجہ ہے کہ ہم نہ دنیاہی کے رہےاورنہ دین کے۔دنیامیں ذلت ورسوائی سے دوچارہورہے ہیں اورآخرت میں سزاؤں کے مستحق ہوسکتے ہیں اس لیےابھی بھی موقع اوروقت ہے کہ ہم اپنے فرض منصبی کی طرف لوٹ آئیں اوردنیا کے سامنےاپنی افادیت پیش کریں توہماری دینی ودنیوی حیثیت لوٹ سکتی ہےاس لیے کہ آج پوری دنیاہلاکت سے دوچارہورہی ہے،پریشانیاں ان کی مقدربن چکی ہیں،سارے انسان خوف وہراس کے عالم میں زندگی بسرکررہے ہیں اوراس کاحل صرف اورصرف ہم مسلمانوں کے ہی پاس ہے کسی دوسری قوم کے پاس نہیں ہےاس لیے ہمیں اولین فرصت میں اپنی خواہشات نفس سے توبہ کرکے اللہ کی شریعت اوراحکام قرآنی کی طرف جلد سے جلدلوٹ آنا چاہیے تا کہ کھویاہواوقارپھر سے ہمیں حاصل ہواوردنیاوآخرت کی سرخروئی نصیب ہو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

تاحیات خودمالک رہنے کی شرط پرایک لڑکےکوتمام جائدادہبہ کرنا:

زید کے چارلڑکے ہیں،ایک لڑکا خالد اپنے والد کی خدمت کرتا ےاور باقی تین کوکوئی مطلب نہیں رہتا ہے،زید نے غصہ میں آکراپنی تمام جائدادخالد کے نام رجسٹری ہبہ کردیا،اس شرط پرکہ تاحیات وہ خودمالک رہےگااور اس کے مرنے کے بعد خالد پوری جائداد کا مالک ہوگا۔چندسال بعد زید کا انتقال ہوگیا،وسرےلڑکے زمین و جائداد میں حصہ کا دعویٰ کرنے لگے،جب کہ خالداس رجسٹری ھبہ کے مطابق تنہا مالک ہونے کا دعوے دار ہے،ایسی صورت میں شرعا کیاحکم ہے؟

الجـــواب و باللّٰہ التَّـــــــوفیق

صحت ہبہ کے لیےموہوب لہ(جس کوھبہ کیاجارہاہے)کاشئی موہوب پرقبضہ ضروری ہے۔**ت تم الهبة بالقبض الكامل** (الدر المختار علی رد المحتار:۸/۴۹۳) اورصورت مسئولہ میں والدنےاپنی پوری زمین اپنے بیٹے خالدکودے کرقابض ودخیل نہیں بنایا،بلکہ یہ لکھا کہ حیات والدخود مالک رہیں گےاور مرنے کے بعد بیٹا خالدتمام جائدادکا مالک ہوگا،تو شرعاً یہ ھبہ نہیں بلکہ وصیت ہےاوروصیت وارث کےحق میں معتبرنہیں،لہٰذا خالدتنہا تمام جائداد کا مالک نہیں ہوگا،بلکہ پوری جائدادمرحوم کا ترکہ قرارپاکراس میں وراثت جاری ہوگی اورتمام ورثاءحسب سہام شرعی اپنےاپنے حصہ کے مالک وحقدار ہوں گے۔

عن ابی امامة الباهلی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم يقول فی خطبته عام حجة الوداع ان اللہ تبارک و تعالیٰ قد اعطیٰ كل ذی حق حقه فلا وصية لوارث.(سنن الترمذی:۲/۳۲،باب ما جاء لا وصية لوارث)

دوسرے کی زمین پردرخت لگایا،کس کا ہوگا؟

شاہداورزاہددونوں کی زمین متصل تھی،شاہد نے اپنی زمین میں آم کا باغ لگایااورکنارے کنارے شیشم کے کچھ درخت لگائے،درخت جب موٹا ہوگیا،اورشاہد نے بیچنا چاہاتو زاہد نے ان درختوں پراپنی حقیت کا دعویٰ کردیا کہ یہ درخت میری زمین میں ہے اس لیےان درختوں کا مالک میں ہوں گا،زمین کی پیمائش کی گئی توصحیح معنی میں زید کی زمین نکلی جس پرشاہد نے شیشم کے درخت لگادیے تھے،اب ان پیڑوں کولےکردونوں میں کافی تنازع ہے،شرعی طور پرکون مالک ہوگا،شاہد یازاہد جب کہ شاہد کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنی ہی زمین سمجھ کرپیڑ لگایااورپیڑلگاتے وقت یابعد میں زاہد نے نہ کبھی روکا نہ کچھ بولا؟

الجـــواب و باللّٰہ التَّـــــــوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ درختوں کوشاہد نے لگایا ہےاوراتفاق سے زمین زاہد کی نکلی توایسی صورت میں ان درختوں کا مالک شاہد ہی ہوگا اب شاہد کی ذمہ داری ہے کہ درخت ہٹالےاورزمین خالی کرکے زاہد کے حوالہ کردےاوردرخت اکھاڑنے میں زمین کا جونقصان ہواس نقصان کی تلافی کردے،یازاہدچاہےتوخوداس کی قیمت اداکرکے درختوں کوزمین پررہنے دے۔

عن يحیٰ بن عروة عن ابيه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم : من احيا ارضا ميتة فهی له و ليس لعرق ظالم حق قال فاختصم رجلان من بياضة إلى رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم لصاحب الارض بارضه نخلا فی ارض الأخر فقضیٰ رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم لصاحب الارض بارضه و أمر صاحب النخل أن يخرج نخله منها.(السنن الكبریٰ للبيهقی:۶/۱۸۵،باب ليس لعرق ظالم حق)

و من بنی أو غرس فی أرض غيره بغير اذنه ، امر بالقلع و الرد و للمالک أن يضمن له قيمة بناء أو شجر أمر بقلعه ان نقصت الارض به(الدر المختار علی صدر رد المحتار:۹/۲۸۳-۲۸۴)

باورچی کا صاحب معاملہ سے روپیہ زیادہ لے کرملازم کوکم دینا:

میں باورچی ہوں،پارٹیوں میں کھانا بنانے کے لیے جاتا ہوں،میرے ساتھ کھانا بنانے والا برتن صاف کرنے والا ہوتا ہے،جس کا معاوضہ میں خود طے کرتا ہوں،پارٹی سے میراالگ معاملہ ہوتا ہے،مثلاً برتن صاف کرنے کے نام پرپانچ سوروپئے لیتا ہوں،جب کہ میں ملازم کوطےشدہ معاوضہ تین سویاچارسوروپئے دیتاہوں،فاضل رقم میرے لیے جائزہے یانہیں؟

الجـــواب و باللّٰہ التَّـــــــوفیق

صورت مسئولہ میں جب آپ نے پارٹی سے پانچ سوروپئے برتن صاف کرنے کا معاوضہ طے کیا تو آپ کا اس سے طےشدہ معاوضہ لینا شرعاً جائزودرست ہےاب اس کے بعد آپ کواختیار ہے چاہیں تو خود برتن صاف کرکے پورا معاوضہ رکھ لیں یا کسی دوسرے ملازم کواس کام کے لیے رکھ لیں اوراس سے جواجرت چاہیں طےکرلیں،فاضل رقم آپ کے لیےشرعاً جائزاوردرست ہے۔

و ان اطلق له العمل فله أن يستاجر من يعمله لأن المستحق عمل فی ذمته و يمكن ايفاء ه بنفسه و بالاستعانة بغيره بمنزلة ايفاء الدين.(الهدايه باب الاجر متی يستحق :۳/۲۹۷)

چنانچہ ملازم سے کم اجرت پرکام کرانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار **نقیب** پھلواری شریف، پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 47 مورخہ ۱۱/ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ مطابق ۹/دسمبر ۲۰۱۹ء روز سوموار

شرمناک واقعہ

شمس آباد حیدرآباد میں مویشی کی ۲۷/سالہ خاتون ڈاکٹر پرینکا ریڈی کو مجرموں نے اجتماعی آبروریزی کے بعد جلا کر مار ڈالا اور اس کی لاش رنگا ریڈی کے شادنگر ٹاؤن میں چٹان پلی پل کے قریب جلی ہوئی ملی، ان کا آبائی ضلع ناگ کرنول ہے اور وہ نواب پیٹ منڈل کے کونور میں ڈاکٹر کے طور پر پریکٹس کرتی تھی، اس معاملہ میں چار ملزمان پولیس کی گرفت میں آگیے ہیں، جن کے نام محمد عارف، (۲۶ سال) نوین (۲۰ سال) شیوا (۲۰ سال) کیشا ولو (۲۰ سال) ہے، دہلی کے نربھیا کانڈ کے بعد یہ دوسرا بڑا واقعہ ہے جس نے پورے ملک میں احتجاج کی نئی لہر پیدا کی ہے اور ہر جگہ اس کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں، پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا میں بھی اس کی گونج سننے کو مل رہی ہے اور حکمراں جماعت کو جواب دیتے نہیں بن رہی ہے، عام لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے ظالموں کو سرِ راہ پھانسی دینی چاہیے: تاکہ یہ دوسروں کے لیے عبرت بن جائے، راجیہ سبھا میں جیہ بچن اس مسئلہ پر کچھ زیادہ جذباتی ہوگئیں، انہوں نے کہا کہ ایسے لوگوں کو بھیڑ کے حوالہ کر دینا چاہیے، تاکہ وہ انہیں پیٹ پیٹ کر مار ڈالیں، بس پھر کیا تھا، چونکہ وہ حکمراں جماعت کی نہیں ہیں، اس لیے اس پر سیاست شروع ہوگئی، ان کے مخالفین نے اسے ماب لنچنگ کے جواز کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا یہ بیان ممبر پارلیامنٹ کے شایان شان نہیں تھا، حالات جیسے بھی ہوں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی، تھانہ، پولیس، عدالت کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہیے اور مجرموں کو بعجلت تمام کیفرِ کردار تک پہونچا دینا چاہیے، فیصلہ میں تاخیر بھی ناانصافی کے برابر کا عمل ہے، نربھیا کیس کے مجرمین سزا سنائے جانے کے باوجود اب تک اپنے انجام کو نہیں پہونچے، فائل گورنر کے یہاں سے گھوم کر اب صدر جمہوریہ کے پاس جائے گی، صدر جمہوریہ کے دفتر میں بعض فائلیں سردخانے میں بھی جاتی رہتی ہیں، ایسے میں یہ معاملہ ٹلتا چلا جاتا ہے۔

پرینکا ریڈی کے علاوہ حال کے دنوں میں رانچی کے قانون کی طالبہ اور مغربی بنگال میں دو بچیوں کے ساتھ اجتماعی آبروریزی کا معاملہ بھی خبروں میں گردش کرتا رہا ہے، جس پر زیادہ غم وغصہ سامنے نہیں آیا، قومی جرائم ریکارڈ بیورو کے ۲۰۱۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق آبروریزی کے سب سے زیادہ واقعات مدھیہ پردیش میں پیش آئے، اس کے بعد اتر پردیش کا نمبر آتا ہے جہاں چار ہزار پانچ سو معاملات (۴۵۰۰) باضابطہ درج کرائے گیے، اجتماعی آبروریزی میں اتر پردیش سرفہرست ہے اس کے بعد دوسرے نمبر پر راجستھان ہے، قومی جرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق ۲۰۱۶ء میں ہندوستانی عدالتوں میں اٹھارہ ہزار پانچ سو باون (۱۸۵۵۲) معاملات پر فیصلہ سنایا گیا، ان میں چار ہزار سات سو انتالیس (۴۷۳۹) معاملات میں سزا ہوئی اور تیرہ ہزار آٹھ سو تیرہ (۱۳۸۱۳) معاملات میں ملزم باعزت بری ہوگیا، اتنی بڑی تعداد میں ملزموں کا صاف چھوٹ جانا بتاتا ہے کہ ہم عورتوں کے تحفظ کے سلسلے میں بہت حساس نہیں ہیں، چند دنوں قبل خواتین واطفال ترقیاتی وزارت نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی کہا تھا کہ بہار، جھارکھنڈ، اتر پردیش اور دہلی خواتین تحفظ کے معاملہ میں بالکل ناکام (پھسڈی) ہیں۔

بات جب بہار کی آگئی ہے تو ایک نظر بہار میں خواتین سے متعلق جرائم کے رکارڈ پر بھی ڈالتے چلیں، ۲۰۱۴ء میں ایک ہزار ایک سو ستائیس (۱۱۲۷) ۲۰۱۵ء میں ایک ہزار اکتالیس (۱۰۴۱)، ۲۰۱۶ء میں ایک ہزار آٹھ (۱۰۰۸) معاملات درج ہوئے، ۲۰۱۷ء میں یہ تعداد بڑھ کر پندرہ ہزار سات سو چوراسی (۱۵۷۸۴) ہوگئی، جس میں گیارہ سو ننانوے (۱۱۹۹) آبروریزی، اغوا کے چھ ہزار آٹھ سو سترہ (۶۸۱۷) جہیز کے لیے تشدد کے چار ہزار آٹھ سو تہتر (۴۸۷۳) اور چھیڑ خوانی کے ایک ہزار آٹھ سو چودہ (۱۸۱۴) معاملات تھے، ۲۰۱۸ء میں صرف جون تک کے جو اعداد وشمار دستیاب ہیں ان میں سات ہزار چھ سو تراسی (۷۶۸۳) معاملات روشنی میں آئے جن میں آبروریزی کے آٹھ سو باسٹھ (۸۶۲) اغوا کے دو ہزار تین سو نوے (۲۳۹۰) جہیز کے لیے قتل کے پانچ سو پچھہتر (۵۷۵) جہیز کے لیے تشدد کے پندرہ سو پینتیس (۱۵۳۵) اور چھیڑ خوانی کے آٹھ سو نوے اور خواتین پر تشدد کے سولہ سو گیارہ (۱۶۱۱) معاملات شامل ہیں، یہاں یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہیے کہ یہ اعداد وشمار وہ ہیں جو تھانے، پولیس اور عدالت تک پہونچے، اس کے علاوہ بڑی تعداد ایسے واقعات کی ہے جو خانگی مصلحتوں اور سماج میں بے وقعتی کے ڈر سے تھانے تک نہیں پہونچے اور متاثرین نے اسے خاموشی سے سہہ لیا، ایسے واقعات روشنی میں آئیں یا لائے جائیں تو ملک اور ریاست میں خواتین کے خلاف جرائم کا صحیح گراف سامنے آئے گا۔

حکومت کا نعرہ بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ کا ہے، لیکن بیٹیاں ایسی زندگی جی کر کیا کریں گی، جس میں ان کی عزت وآبرو محفوظ نہ ہو اور بالآخر انہیں جان سے ہاتھ دھونا پڑے، نربھیا کیس کے بعد قانون میں ترمیم کی گئی تھی اور اسے سخت بنایا گیا تھا، لیکن قانون کی سختی کے ساتھ تنفیذ اور لاگو کرنے کے سلسلے میں بھی حکومت کو سخت ہونا ہوگا، اس سلسلہ میں اسلام میں جو احکام ہیں اگر ان کو نافذ کیا جائے تو عصمت دری کے واقعات پر قابو پایا جا سکتا ہے، اسلام ایسے زانیوں کو جو غیر شادی شدہ ہیں، انہیں سو (۱۰۰) کوڑے لگانے کا حکم دیتا ہے، اور اگر وہ شادی شدہ ہیں تو انہیں اس گھنونے جرم پر رجم یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنے کا حکم دیتا ہے، یہ شرعی حد ہے جس میں کٹوتی نہیں کی جاسکتی، اس سزا کا اجراء عام لوگوں کے سامنے ہوگا، تاکہ دوسرے لوگ اس قسم کی حرکت سے باز رہیں، ایسے موقعوں سے شریعت نے یہ احتیاط بھی ملحوظ رکھی ہے کہ کوئی شخص کسی پاکدامن پر الزام لگا کر دشمنی چکانے کا قصد نہ کرے، اگر کوئی ایسا کرتا ہے اور چار گواہ چشم دید نہیں پیش کرتا ہے تو اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے، تاکہ آئندہ کوئی اس قسم کی غلط حرکت نہ کرے، سماجی طور پر ایسا شخص اس لائق بھی باقی نہیں رہے گا کہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی سنی جائے، اسلام کا یہ معتدل قانون ہے، اس پر چل کر ہی اس قسم کی حرکتوں پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

اقتصادی شرح نمو

ملک میں اقتصادی شرح نمو (GDP) گذشتہ چند سالوں میں گرتی چلی گئی ہے، اور ابھی جو اعداد وشمار آئے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گذشتہ چھ سالوں میں سب سے نچلی سطح ۵ء۴ پر پہونچ گیا ہے، نیشنل اسٹیٹکل آفس (N.S.O) کے ذریعہ جاری اعداد وشمار میں ۲۰۲۰-۲۰۱۹ کی گذشتہ سہ ماہی کے بارے میں جو رپورٹ دی گئی ہے وہ انتہائی تشویشناک ہے، گذشتہ سال اس سہ ماہی میں معاشی ترقی کی رفتار ۹ء۶ فی صد رہی ہے، اس کا سیدھا اثر کھیتی، تعمیرات، معدنیات، تجارت، ہوٹل، رابطہ عامہ، رئیل اسٹیٹ، دفاع، عوامی خدمات اور مصنوعات پر پڑے گا، مرکزی وزیر خزانہ کو اس کا احساس بالکل نہیں ہے، ایسا لگتا ہے کہ اقتصادیات ان کا موضوع نہ ہو، تبھی تو وہ کہتی ہیں کہ یہ معاشی کساد بازاری نہیں، اقتصادی سستی ہے، جبکہ اس موضوع کے ماہرین سابق وزیر اعظم من موہن سنگھ، فکّی کے صدر سندیپ صومانی نے اسے پریشان کن بتایا ہے، رندیپ سرجی والا کا کہنا ہے کہ یہ ''پکوڑا'' اقتصادی نظریہ ہے، پریشانی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ صارفین نے خرچ کرنا کم کر دیا ہے، یہ کمی دیہی اور شہری دونوں علاقوں میں پائی گئی ہے، بازار میں نقد کی کمی ہوگی اور روپے کی گردش رک جائے گی تو صورت حال خطرناک ہو ہی جائے گی، معاشیات میں طلب (ڈیمانڈ) اور رسد (سپلائی) میں توازن کی سخت ضرورت ہوتی ہے، یہ توازن بگڑا تو بے روزگاری، مہنگائی سب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسا ان دنوں ہو رہا ہے، حکومتی سطح پر حالات سدھارنے کے لئے کئی انقلابی قدم اٹھائے گئے ہیں، ان میں کارپوریٹ ٹیکس میں بھاری کٹوتی شامل ہے، اس سے رسد میں اضافہ ہوگا، لیکن طلب کے بڑھانے کے لیے سرکار نے کوئی قدم اب تک نہیں اٹھایا ہے، صارفین کی جانب سے طلب (ڈیمانڈ) نہ ہو اور بازار میں رسد (سپلائی) بہت ہو تو قیمتیں کم جائیں گی اور اس کا سیدھا اثر مزدوروں کی تنخواہ پر پڑے گا، کیوں کہ مارکیٹ میں رقم صارفین کے ذریعہ پہونچتی ہے اور صارفین نکالیں گے تو کمپنیاں مزدوروں کو تنخواہ کہاں سے دیں گی، تنخواہ دینے کے لیے روپے نہیں ہوں گے تو مزدوروں کی چھٹی ہوگی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوگا، جیسا ہندوستان میں آج کل ہو رہا ہے۔

شراب-ام الخبائث

بہار میں شراب لانے لے جانے، پینے پلانے پر پابندی ہے، اس کے باوجود شراب اور منشیات کے اسمگلر اس سے باز نہیں آ رہے ہیں، ابھی حال ہی میں کثیر تعداد میں پٹنہ میں براؤن شوگر پکڑا گیا، جس کی مالیت کروڑوں میں لگائی گئی ہے، منشیات خصوصاً شراب ام الخبائث ہے، یہ سارے گناہوں کی جڑ ہے، انسان اس کے زیر اثر آنے کے بعد کچھ بھی کر گذرتا ہے، حال ہی میں پانی پت کے گاؤں چبلا داس سے ایک خبر آئی تھی کہ شراب کے لیے پیسے نہ دینے کی وجہ سے ایک لڑکا نے اپنے باپ کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا، باپ کا قصور صرف یہ تھا کہ اس نے شراب کے لیے پیسہ نہ دینے کے ساتھ اپنے بیٹے امیت کو جس کی عمر صرف بتیس سال تھی، کچھ نصیحت کر دیا تھا اور ایک طمانچہ بھی لگا دیا تھا، بیٹا انتظار میں تھا، ۲۴/گھنٹے کے بعد جب راج کپور اسٹیشن کی طرف ٹہلنے نکلا تو بیٹے نے اس پر پیچھے سے وار کر دیا اور اس وقت تک پتھر مارتا رہا جب تک اس کی موت نہیں ہوگئی، شراب کی وجہ سے جرم کا کوئی یہ پہلا واقعہ نہیں ہے، اخبار میں اس قسم کی خبریں روزانہ آتی رہتی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ شراب اور دیگر منشیات سے نوجوانوں کو بچانے کے لیے بیداری مہم چلائی جائے اور اس کے مضر اثرات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ شراب نوشی اور دیگر منشیات کا استعمال انسانی صحت اور صالح سماج کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے، تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپاک اور شیطانی عمل قرار دیا ہے، اگر ہم اس شیطانی عمل سے سماج کو بچا سکے تو یہ اس دور کا بڑا اور قابل قدر کام ہوگا۔

تلنگانہ ہائی کورٹ کا اہم ریمارک

ادھر چند سالوں سے مہلک بیماریوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، عام شہری ڈینگو، چکن گنیا، ملیریا، ٹائی فائڈ وغیرہ سے پریشان ہے، جانچ اور علاج اس قدر گراں ہے کہ عام آدمی اپنی محدود آمدنی میں اس کی سکت نہیں رکھتا اور اسباب ظاہری کے طور پر ان امراض سے جانیں بھی جا رہی ہیں، یہ امراض جن جراثیم اور مچھروں سے پھیلتے ہیں اس کی روک تھام کی ذمہ داری رفاہی سلطنت میں حکومت کی ہوتی ہے، اسی وجہ سے مرکز اور ریاست دونوں میں حفظان صحت کے لیے وزارت صحت قائم ہے، لیکن اس محکمہ کی غفلت کی وجہ سے امراض پر قابو نہیں پایا جا رہا ہے، ان امرض میں ڈینگو نے پورے ملک میں خطرناک صورت حال اختیار کر لی ہے اور بہار کے حالات بھی اس حوالہ سے اچھے نہیں ہیں، تلنگانہ ہائی کورٹ نے اس مسئلہ پر بہت اہم ریمارک یہ دیا ہے کہ اگر حکومت ڈینگو کے مرض پر قابو نہیں پاتی تو اسے مرنے والے ہر خاندان کو پچاس لاکھ روپے معاوضہ دینا چاہیے، اس اہم ریمارک پر عمل ہونے لگے تو حکومت حفظان صحت کے اصولوں کو سختی سے نافذ کرنے کی طرف متوجہ ہوگی، عدالت نے تلنگانہ کے اعلیٰ عہدیداروں کے سامنے صرف ریمارک دے کر چھوڑ دیا، اگر اسے فیصلہ کا جزو بنا دیا جاتا تو زیادہ مضبوط بات ہوتی اور حکومتیں اس کو بروئے کار لانے کے لیے پابند ہوتیں اور اس سے بہتوں کا بھلا ہو جاتا ریمارک کی وجہ سے یہ بات کمزور ضرور ہے، لیکن اس کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

یادوں کے چراغ

مولانا قاضی مظہر الحق

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دارالقضاء امارت شرعیہ سیوان کے قاضی، مدرسہ سراج العلوم سیوان کے مہتمم، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مظہر الحق قاسمی کا ۲۱؍نومبر ۲۰۱۹ء مطابق ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۴۱ھ شب جمعہ سات بجے ان کے آبائی گاؤں ہری ہانس ضلع سیوان میں انتقال ہوگیا، وہ زمانہ دراز سے ذیابطیس (شوگر) اور قلب کے مریض تھے، انتقال کی رات حسب معمول جمعرات کو وہ گھر گیے تھے، مغرب بعد بدن میں درد کی شکایت کی، گھر والوں نے بدن دبانے اور کھانا کھانے کی تجویز رکھی تو کہنے لگے، عشاء کا وقت ہو رہا ہے، نماز کی تیاری کرلوں، اٹھے، استنجا سے فارغ ہوئے، وضوء کیا، وضو کر کے کھڑے ہوئے تو ملک الموت نے آلیا، لڑکھڑا گیے، صاحب زادہ مولانا اظہار وہیں پر تھے، فوراً تھاما، ادھر صاحب زادہ نے جسم کو تھاما، ادھر ملک الموت روح کو تھام کر علیین کی طرف پرواز کر گیے، سب کچھ اچانک ہی ہوا، لگتا تھا کہ فرشتہ کو مولانا کے باوضو ہونے کا انتظار تھا، وضوء مکمل ہوا اور اس کے ساتھ ہی دنیا کا سفر بھی مکمل ہوگیا، جنازہ اگلے دن بعد نماز جمعہ ان کے لڑکا مولانا ظہور الحق قاسمی نے پڑھایا، ہری ہانس عیدگاہ میں ہزاروں متعلقین اور سوگواروں کی موجودگی میں جنازہ کی نماز ادا کی گئی اور ہری ہانس کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا مظہر الحق بن محمد رسول بن بھنومیاں کی پیدائش جون ۱۹۴۲ء میں موجودہ ضلع سیوان کے کثیر مسلم آبادی والے گاؤں ہری ہانس میں ہوئی، یہ بستی سیوان شہر سے صرف دس کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، گھریلو تعلیم کے بعد مدرسہ یعقوبیہ مظہر العلوم لائن بازار موجودہ ضلع گوپال گنج میں داخل کیے گیے، سال ۱۹۵۳ء کا تھا، یہاں مولانا نے چوتھے کلاس تک تعلیم حاصل کی، یہاں ان کے خاص استاذ مولانا عبد الوحید صاحب قاضی پور، ہتھوا بازار گوپال گنج تھے، دو سال یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے رفیق خاص اور دوست مولانا نصیر الدین صاحب کے ساتھ مدرسۃ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ چلے گیے، یہاں انہوں نے مولانا محمد سجاد صاحب اور مولانا عبد القیوم صاحب رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا اور وسطیٰ کی تعلیم یہیں پائی، ۱۹۵۹ء میں مظاہر علوم سہارن پور چلے گیے، ایک سال بعد ۱۹۶۰ء میں دار العلوم دیو بند منتقل ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں یہیں سے سند فراغ حاصل کیا۔

مولانا کی نانی ہال ہری ہانس سے قریب کی بستی کھرسنڈا تھی، شادی ۱۹۶۴ء میں سرواں لائن بازار گوپال گنج کے رجب علی (م ۱۹۶۵) کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی، جن سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئے، اہلیہ، لڑکے اور لڑکیاں حی القائم ہیں، صاحب زادے مولانا اظہار الحق قاسمی اور مولانا ظہور الحق قاسمی، تعلیم و تدریس کے کام سے لگے ہوئے ہیں اور سیوان میں ام ام اسلامک ماڈل اسکول کے نام سے تعلیمی ادارہ چلا رہے ہیں۔

تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۶۲ء میں مدرسہ سراج العلوم سیوان سے کیا، ۱۹۶۰ء میں سراج العلوم قائم ہو چکا تھا، مولانا اقبال احمد صاحب مظاہری اس کے مہتمم تھے، ان کی تحریک پر مولانا مظہر الحق صاحب سراج العلوم چلے آئے، مولانا اقبال احمد صاحب مولانا مظہر الحق صاحب کے ساتھی تھے، البتہ بعض کتابیں مولانا مظہر الحق صاحب نے ان سے پڑھی تھیں، اس لیے یک گونہ ان کی حیثیت استاذ کی بھی تھی، ۱۹۷۲ء میں مولانا اقبال احمد صاحب کی تحریک پر امارت شرعیہ کا دار القضاء سیوان میں کھلا مولانا اقبال احمد صاحب (م ۸؍اکتوبر ۱۹۹۵ء) مولانا ابو القاسم (م ۱۹۹۰) اور مولانا مختار احمد صاحب علی الترتیب یہاں کے قاضی مقرر ہوئے، مولانا مختار صاحب کے سعودی عرب منتقل ہونے کے بعد قاضی کی جگہ خالی ہوئی تو مولانا مظہر الحق نے نئے قاضی کی حیثیت سے کام سنبھالا، وہ مولانا اقبال احمد صاحب کے معاون رہ چکے تھے، اور انہیں کام کا لانبا تجربہ تھا، اس لیے انہوں نے ۲۰۰۳ء سے بحسن و خوبی اس اہم ذمہ داری کو نبھانا شروع کیا، پھر جب مولانا کو پیرانہ سالی کی وجہ سے کام میں دشواری ہونے لگی تو مولانا محمد مرتضیٰ صاحب ان کے معاون کے طور پر کام کرنے لگے، آخری عمر میں مولانا محمد مرتضیٰ صاحب ہی اصلاً کام کو دیکھتے تھے، البتہ قاضی مولانا مظہر الحق صاحب ہی تھے۔

مولانا نے اصلاح نفس کے لیے مختلف وقتوں میں حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوریؒ، حضرت مولانا ابرار الحق حقیؒ، حضرت مولانا مفتی عبد اللہ پھول پوریؒ، کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی، مولانا عبد اللہ پھولپوریؒ کے وصال کے بعد وہ ان کے صاحب زادہ سے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہتے تھے اور اسی لیے انہوں نے امسال پیرانہ سالی کے باوجود بیت العلوم سرائے میر کے جلسہ میں اپنے دوست اور ساتھی مولانا نصیر الدین صاحب کے ساتھ شریک بھی ہوئے تھے، لیکن جلسہ کی بھیڑ بھاڑ میں عملاً یہ ممکن نہیں ہوسکا، مولانا مظہر الحق صاحب کو اس کا بہت افسوس تھا۔

مولانا کے درس کا انداز نرالا تھا، وہ حل عبارت اور بیان مطالب پر توجہ دیتے تھے، لمبی تقریروں سے گریز کرتے تھے اور طلبہ کو اتنا ہی بتاتے تھے، جتنا اس کے لیے مفید ہوتا اور جس قدر باتوں کو ہضم کرنے کی طلبہ میں صلاحیت ہوتی، وہ طلبہ کی نفسیات کا خاص خیال رکھتے تھے، ابتدائی درجات میں اسباق نہ یاد ہونے پر زجر و توبیخ سے کام لیتے، لیکن اوپر کے درجات میں اس کی نوبت نہیں آیا کرتی تھی، مولانا کے نامور شاگردوں میں مدرسہ سراج العلوم کے موجودہ صدر مدرس مولانا مفتی محفوظ الرحمان قاسمی، مولانا شوکت علی تین سکیا آسام، پروفیسر عبید اللہ اور ڈاکٹر قمر الدین دہلی کا نام خاص طور پر لیا جاسکتا ہے۔

مولانا مرحوم سے میری کئی ملاقاتیں تھیں، مدرسہ سراج العلوم کے جلسوں، وفاق المدارس الاسلامیہ کے تربیتی کیمپ اور دفتری جائزہ کے لیے ہونے والے سفر کے موقع سے ان سے دعا اور ملاقات کا میں خصوصی اہتمام کرتا تھا، وہ کم بولتے تھے، لیکن مہمانوں کی ضیافت اور چھوٹوں پر شفقت ان کی زندگی کا لازمہ تھا، کم بولنا بھی میں نے جہاں تک سمجھا ہے، زبان کی حفاظت کی غرض سے تھا اور اس میں وہ بہت کامیاب تھے۔

مولانا کی پوری زندگی اتباع سنت اور شریعت کی پابندی سے عبارت تھی، ان کا اصلاحی تعلق جن بزرگوں سے رہا، ان کے یہاں سنت کی پابندی کا خاص اہتمام تھا، اس لیے وہی رنگ ان میں در آیا تھا، اور یہ رنگ جس پر چڑھ جائے وہ ہر اعتبار سے کامیاب و کامران ہوتا ہے، مولانا نے کامیاب زندگی گذاری اور اچھی موت پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

گِرداب فنا

: ایڈیٹر کے قلم سے

ہندوستان کے مشہور شاعر، ادیب، ناقد، ڈرامہ نگار، ڈاکٹر ثوبان فاروقی کا نام و کام محتاج تعارف نہیں ہے، پُر کھوپٹی دربھنگہ کی خاک سے اٹھنے والا یہ درّ نایاب پوری زندگی حاجی پور کی ادبی روایت کو تسلسل اور وقار بخشنے میں مصروف کار رہا، آران کالج حاجی پور میں صدر شعبہ اردو کی حیثیت سے طلبہ میں اردو زبان و ادب کی شمع جلانے اور انہیں اردو کے کام کا بنانے میں عمر گذار دی، بہت لکھا اور بہت سارے موضوع پر لکھا، آخر عمر میں جب تصوف کا غلبہ ہوا تو یہ موضوع بھی اچھوتا نہیں رہا، لکھنے کی حد تک نہ سہی، بولنے کی حد تک ہی، آزاد نظموں کی طرف راغب ہوا، تو شاعری کو مصوری بنا دیا، آخر عمر میں اپنی نگارشات کو شاگردوں کے کہنے پر جمع کرنا شروع کیا تو پانچ کتابیں، گرداب فنا، سہ برگہ، شفق عماد پوری کی تین نایاب تصانیف، سچ بولنے کی روایت کا نیا آہنگ اور ماحصل تیار ہوگئیں، یہ مسودات ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی بھیج دیے گیے تاکہ طباعت بھی معیاری ہو، ابھی یہ کتابیں چھپ کر نہیں آئی تھیں کہ پروفیسر ثوبان فاروقی نے اپنی آنکھیں موند لیں اور ان کتابوں کو مطبوعہ شکل میں دیکھنے کی حسرت وہ اپنے ساتھ لے گیے، کئی سال بیت گیے، اب ان کے صاحب زادگان محمد شہاب فاروقی، محمد شکیب فاروقی اور محمد شارب فاروقی نے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس سے ان کتابوں کو منگوا کر اس کی اجراء کی تقریب مشہور نقاد اور آران کالج میں ان کے رفیق کار ڈاکٹر ممتاز احمد خان کی صدارت میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جب تک یہ مضمون آپ تک پہونچے گا، کتابوں کی رونمائی ہوچکی ہوگی، اور ۸؍دسمبر گزر چکا ہوگا۔

ان کے صاحب زادے محمد شہاب فاروقی مجھ سے اپنے والد کی طرح ہی محبت کرتے ہیں، انہوں نے پانچوں کتابیں لا کر دیں کہ میں ان پر کچھ لکھوں، تقاضہ پروگرام میں شرکت کا بھی شدید تھا، لیکن اسی تاریخ میں مونگیر میں رحمانی فاؤنڈیشن کا سمینار قطب عالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ پر ہے اور پہلے سے وقت وہاں دیا جا چکا ہے، اس لیے شرکت یہاں ممکن نہیں ہے، لیکن کتاب پر کچھ لکھا تو جا ہی سکتا ہے، پانچوں پر یک بارگی نہیں تو کم از کم ایک پر سہی۔

اس وقت میرے مطالعہ میں گرداب فنا ہے، یہ ایک سو نوے صفحات پر مشتمل ڈاکٹر ثوبان کی منتخب غزلوں کا مجموعہ ہے، اس کے پہلے ''سراب سا سر آبجو'' کے نام سے ان کا پہلا مجموعہ کلام چھپ کر قبول عام و تام حاصل کر چکا ہے، اس مجموعہ میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ایک سو تیرہ غزلیں ہیں، ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ اس میں بتیس غزلیں نئی ہیں، مجموعہ میں انہوں نے دور طالب علم کی تیرہ غزلوں کو بھی شامل کر لیا ہے، اس کی وجہ خود ڈاکٹر ثوبان فاروقی نے یہ لکھی ہے:

''ان کی شمولیت کی غایت فقط اتنی ہے کہ شاید مستقبل کے کسی ناقد/ محقق/ تاریخ نویس کو میری غزلیہ شاعری کو بالتفصیل جاننے کی جستجو ہو تو فدوی کے سارے مزخرافات اس کے پیش نگاہ ہوں (صفحہ ۳)

ڈاکٹر صاحب نے اس مجموعہ کے مرتب کرنے میں جدت پسندی کا ثبوت دیا ہے، صفحات پر نمبر وغیرہ کا طریقہ بھی عام کتابوں سے ذرا ہٹ کر ہے، فہرست مضامین میں نمبر شمار غائب ہے اور صفحہ نمبر غزل کے پہلے مصرع سے متصل دیدیا گیا ہے، یہ طریقہ بھی عام روش سے الگ ہے، عموماً ادبا، شعراء، نقاد اور مصنفین اپنی کتابوں پر مقدمہ، پیش لفظ، تاثرات وغیرہ کے عنوان سے مشہور اہل قلم سے مضامین لکھواتے ہیں، اس طرح جو بات ''در مدح خود می گویم'' کے خوف سے مصنف خود نہیں لکھ پاتا، دوسروں سے لکھوا دیتا ہے، ڈاکٹر ثوبان فاروقی نے اپنی کتابوں پر کسی سے کچھ لکھوانے سے قصداً گریز کیا ہے اگر وہ کسی سے لکھوانا پسند کرتے تو پروفیسر جابر حسین صاحب سے ضرور ہی لکھواتے، کیوں کہ وہ ان سے کافی متاثر تھے، اس کتاب کا انتساب بھی انہوں نے پروفیسر جابر حسین کے نام کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''جن کی پیہم تشویق اور قدر شناسی نے ہمیشہ مجھے تخلیقی سطح پر متحرک رکھا، آج بھی وہ میری گرم جولانی قلم کے لیے میرے محرک ہیں'' اس کے باوجود انہوں نے پروفیسر جابر حسین کو بھی مقدمہ، دیباچہ پیش لفظ لکھنے کی زحمت نہیں دی، کیوں کہ ان کے نزدیک اس کی ضرورت ہی نہیں تھی، لکھتے ہیں:

''مقدمہ/ دیباچہ/ پیش لفظ لکھوانے کے فن سے یہ ناچیز تقریباً نابلد ہے، لہذا آپ کو اس حسن اہتمام کا صیغہ بھی اس کتاب سے عاری نظر آئے گا اور پھر اللہ کی شان دیکھیے کہ خود اپنے پاؤں سے اپنے بل پر چل پھر سکتا ہوں تو خواہ مخواہ اس نوع کی بیساکھیوں کی حاجت ہی کیا ہے، اگر آپ کا ذوق (جس پر مجھے مکمل اعتماد ہے) میرے خزف ریزوں سے مطمئن ہو تو مجھے اور کیا چاہیے (صفحہ ۳)

ایسا لگتا ہے کہ یہ مزاج ان کا آخری عمر میں بنا تھا ورنہ اسی کتاب میں خود ان کا ہی شعر ہے ؎

کتاب لکھی ہے تم پہ میں نے
قلم اٹھا پیش لفظ لکھ دے

ان خیالات کو نوک قلم پر لانے کے لیے جو عنوان انہوں نے لگایا ہے وہ ہے ''پر مجھے گفتگو عوام سے ہے'' پھر اسے انتساب کے ساتھ فہرست مضامین میں ''تخمہ'' کے عنوان کے تحت رکھا ہے، یہ ایک اور جدت ہے، فہرست مضامین صفحہ ۱۲ تک پھیلا ہوا ہے، صفحہ ۱۵ پر صرف ایک شعر درج ہے جسے شاعر کی تمام غزلوں کا سر عنوان کہنا چاہیے۔

ہم اپنے حرف دل کو تشنۂ مفہوم رکھتے ہیں
کہ جب تک نہر اپنی آنکھ سے جاری نہیں کرتے

(بقیہ صفحہ ۱۱؍ پر)

اسلامی تہذیب کی حفاظت کیجئے

عبدالرشید طلحہ نعمانی

اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانیت کے نام جو آخری پیغام دیا ہے، اس کامل ومکمل، عالم گیر وانقلاب آفریں پیغام کا نام دین اسلام ہے، جو زندگی کے تمام شعبہ جات کا احاطہ کرتا ہے اور جس میں ذرہ برابر کمی بیشی کی گنجائش نہیں، یہ وہ پاکیزہ دین ہے، جس کی اپنی تہذیب وثقافت ہے، اپنی شناخت وپہچان ہے، اپنی معاشرت وسوسائٹی ہے، جس طرح ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے عقائد وعبادات میں دین اسلام کا پابند ہے، بالکل اسی طرح اجتماعی وتمدنی زندگی میں بھی اسلامی حدود کی رعایت وپاسداری اس کا اولین فریضہ ہے، یہ ناقابل تردید حقیقت ہے اور خود تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمان اپنی زندگی میں اس دین اور اس کی آفاقی تعلیمات پر عمل پیرا رہے اور کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا، تب تک وہ دنیاوی اعتبار سے ترقی کی راہوں پر گامزن رہے اور ہزاروں سال تک کائنات ارضی کے ایک بڑے حصے پر پورے آب وتاب کے ساتھ حکومت کرتے رہے، یہ وہ زمانہ تھا جب دنیا کی دیگر قومیں، مسلمانوں کی نقالی کرنے میں اپنے لئے فخر محسوس کرتی تھیں اور مفکر الاسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں یہ صورتحال تھی کہ مسلمان موثر تھے اور باقی اقوام متاثر تھیں، مگر جب بدعملی، ناخواندگی اور اسباب عیش وعشرت کی فراوانی کے سبب ہر طرف پستی وادبار کی گھٹائیں چھا گئیں تو عروج وسربلندی کا مہ درخشاں گھنے بادلوں میں روپوش ہوگیا، پھر مسلمانوں کی اکثریت دین بیزار وغفلت شعار ہوئی اور اپنے تہذیبی ورثے کی حفاظت نہ کرسکی۔

گنوادی ہم نے جو اسلام سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسماں نے ہم کو دے مارا

ایک افسوس ناک واقعہ: رواں ماہ سوشل میڈیا پر ایک ہفتہ قبل ایک ویڈیو وائرل ہوا، جس میں یہ بتایا گیا کہ کچھ برقعہ پوش مسلم خواتین اور اسلامی لباس میں ملبوس کم سن طالبات پوری فرحت وشادانی کے احساس کے ساتھ غیر مسلموں کے مذہبی مراسم یعنی پوجا پاٹ اور رقص وناچ میں نہ صرف شریک ہیں، بلکہ ان کے شانہ بشانہ وہ تمام امور انجام دے رہی ہیں، جو خالص ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس واقعہ کا حقائق کی دنیا سے کتنا تعلق ہے، وہ تو اللہ علیم وخبیر جانتا ہے، مگر یہاں اس بات کا اندیشہ بالکل بجا ہے کہ جہالت وبے علمی اور اغیار کے ساتھ اختلاط ومیل جول کے سبب ظاہری آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں معاذ اللہ کہیں وہ سچ تو نہیں۔ اگر ہے تو پھر ہمیں اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیۓ، اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیۓ اور منظّم منصوبہ بندی کے ساتھ تشبہ بالکفار کے اس فتنہ کا مقابلہ کرنا چاہیۓ تاکہ اگلی نسلیں جہالت کی تاریکی سے نکل کر علم کی روشنی میں آسکیں اور اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دے سکیں۔

تشبہ بالکفار، اقسام واحکام: شریعت مطہرہ کی رو سے چار قسم کے امور میں کفار کی مشابہت سے روکا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) معتقدات یعنی عقائد میں کفار کے ساتھ مشابہت (۲) عبادات یعنی عبادت وبندگی میں ان کے طریقے کی پیروی (۳) جشن وتہوار یعنی خوشی منانے اور مسرت کا اظہار کرنے میں ان کی نقالی (۴) عادات واطوار یعنی ہیئت کذائی ظاہری شکل وصورت، لباس وپوشاک اور عادات واخلاق میں ان کی موافقت۔

حضرت حکیم الامتؒ نے ہر ایک کا الگ الگ حکم بھی بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱:۔تشبہ بالکفار، اعتقادات وعبادات میں کفر ہے اور مذہبی رسومات میں حرام ہے، جیسا کہ نصاری کی طرح سینہ پر صلیب لٹکانا اور ہنود کی طرح زُنّار باندھنا ایسا تشبہ، بلاشبہ حرام ہے، تشبہ بالکفار امور مذہبیہ میں حرام ہے جو چیزیں دوسری قوموں کی مذہبی وضع ہیں ان کا اختیار کرنا کفر ہوگا جیسے صلیب لٹکانا، سر پر چوٹی رکھنا، یا جے پکارنا۔

۲:۔معاشرت، عبادات اور قومی شعار میں تشبہ مکروہ تحریمی ہے، مثلاً کسی قوم کا وہ مخصوص لباس استعمال کرنا جو خاص انہی کی طرف منسوب ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا ایک فرد سمجھا جانے لگے جیسے نصرانی ٹوپی اور ہندوانہ دھوتی، یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے اور تشبہ میں داخل ہے۔

۳:۔اور جو چیزیں دوسری قوموں کی نہ قومی وضع ہیں نہ مذہبی، گو ان کی ایجاد ہوں اور عام ضرورت کی چیزیں ہیں جیسے دیاسلائی یا گھڑی یا نئے ہتھیار یا نئی ورزشیں جن کا بدل ہماری قوم میں نہ ہو اس کا برتنا جائز ہے، مگر ان جائز چیزوں کی تفصیل اپنی عقل سے نہ کریں بلکہ علماء سے پوچھ لیں، ایجادات وانتظامات اور اسلحہ اور سامان جنگ میں غیر قوموں کے طریقے لے لینا جائز ہے، جیسے بندوق، ہوائی جہاز وغیرہ یہ درحقیقت تشبہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے استعمال سے نیت وارادہ کافروں کی مشابہت کا نہ ہو، یہ ان ایجادات کا حکم ہے جن کا بدل مسلمانوں کے پاس نہیں اور جو ایسی ایجاد ہوں کہ جس کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود ہو تو اس میں تشبہ مکروہ ہے۔

۴:۔مسلمانوں میں جو فاسق یا بدعتی ہیں ان کی وضع اختیار کرنا بھی گناہ ہے پھر ان سب ناجائز وضعوں میں اگر پوری وضع بنائی تو زیادہ گناہ ہوگا اور اگر ادھوری بنائی تو اس سے کم ہوگا۔ (ملخص از انفاس عیسی)

تشبہ بالکفار کے نقصانات: شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں اس مسئلے پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں: غیروں کی مشابہت اختیار کرنے میں بہت سے نقصانات ہیں، ہم اختصار کے ساتھ ذیل میں چند کا ذکر کرتے ہیں:

۱:۔کفر اور اسلام میں ظاہری طور پر کوئی امتیاز باقی نہ رہے گا اور حق مذہب یعنی اسلام دیگر مذاہب باطلہ کے ساتھ بالکل مل جائے گا۔

۲:۔غیروں کی معاشرت، تمدن اور لباس اختیار کرنا درحقیقت ان کی سیادت اور برتری تسلیم کرنے کے مترادف ہے، نیز اپنی کم تری اور کہتری اور تابع ہونے کا اقرار واعلان کرنا ہے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام پر برتری عطا فرمائی ہے اور پوری دنیا کا حکمران اور معلم بنایا ہے، حاکم اپنے محکوم کی تقلید کیوں کر کرسکتا ہے۔

۳:۔غیروں سے مشابہت اختیار کرنے سے ان کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے جب کہ اسلام میں غیروں سے دلی محبت صراحۃ ممنوع قرار دی گئی ہے۔

۴:۔آہستہ آہستہ ایسا شخص اسلامی تمدن کا استہزاء اور تمسخر کرنے لگتا ہے، ظاہر ہے کہ اسلامی تمدن کو اگر اہمیت دیتا اور اسے حقیر نہ سمجھتا تو غیروں کے تمدن کو اختیار ہی نہ کرتا۔

۵:۔جب اسلامی وضع کو چھوڑ کر اغیار کی وضع اختیار کرے گا تو قوم میں اس کی عزت باقی نہ رہے گی، ویسے بھی نقل اتارنے والا خوشامدی کہلاتا ہے۔

۶:۔دعویٰ اسلام کا، مگر لباس، کھانا، پینا، معاشرت، تمدن، زبان اور طرز زندگی یہ سب کام اسلام کے دشمنوں جیسے اختیار کرنے کا معاذ اللہ یہ مطلب نکلتا ہے کہ لاؤ! ہم بھی غیر مسلم بنیں اگرچہ صورت ہی میں سہی۔

۷:۔دوسری قوموں کا طرز زندگی اختیار کرنا اسلام اور اپنی مسلم قوم سے بے تعلقی کی دلیل ہے۔

۸:۔غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت اور حمیت کے خلاف ہے۔

۹:۔غیروں کی مشابہت اختیار کرنے والوں کے لئے اسلامی احکام جاری کرنے دشواریاں پیش آتی ہیں، مسلمان اس کی شکل وصورت دیکھ کر گمان کرتے ہیں کہ یہ کوئی یہودی یا عیسائی یا ہندو ہے، سلام جیسی پیاری دعاء سے محروم رہتا ہے، دنیا میں اس کی گواہی بھی تسلیم نہیں کی جاتی، اگر کوئی لاش، کافر نما مسلمان کی مل جاتی ہے تو تردد ہوتا ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے اور اس کو کس قبرستان میں دفن کیا جائے۔

۱۰:۔جو لوگ غیروں کے معاشرے کو اپنا محبوب معاشرہ بناتے ہیں وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہتے ہیں، کیونکہ عشق ومحبت کی بنیاد تذلیل پر ہے یعنی عاشق کو ہمیشہ اپنے معشوق کے سامنے ذلیل وخوار بن کر رہنا پڑتا ہے۔ (بحوالہ کلمہ حق از مولانا منصور احمد)

آتش بازی ایک غیر اسلامی تہور ہے، اس کی بنیاد ان عقائد وافکار پر ہے جو خالص مشرکانہ اور دیوی دیوتاؤں سے وابستہ ہے۔ دیوالی کے دنوں میں لکشمی کے بت کی پوجا دیوالی کی تقریبات کا ایک اہم حصہ ہے، جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے، وہ کیک کاٹیں یا دیئے جلائیں، یہ ان کے مذہب کا حصہ ہے، لیکن جو مسلمان توحید کا عقیدہ رکھتا ہو، اور لا الہ الا اللہ پر ایمان اس کی شناخت کا لازمی حصہ ہو، اس کے لئے اس عقیدے کے عملی مظاہرے کا حصہ بننا ہرگز روا نہیں، کیونکہ جب مسلمان دیگر اقوام کے تہواروں کو اپنا قومی تہوار سمجھ کر منانا شروع کردیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کی جدید نسل کی، اسلامی تہواروں (عیدین) سے جذباتی وابستگی ماند پڑ جاتی ہے اور ان کا تہوار بنانے کا فلسفہ بدل جاتا ہے۔ ان سب کے باوجود اگر کوئی اس میں حصہ لیتا ہے تو یہ دین میں مداہنت اور اپنے عقیدے کی کمزوری کا اظہار ہے۔

زیادتی کی خواہش نے غافل کردیا

محمد کاظم اشتیاق احمد ملی ندوی

دور حاضر میں انسان مال ودولت کمانے دنیاوی فوائد حاصل کرنے اور اسباب عیش وعشرت کے حصول میں کچھ ایسا دیوانہ ومنہمک ہے کہ اسے اپنا مقصد حیات اور منزل حقیقی یاد نہ رہا، اس کی زیادہ تر کدوکاش کسب معاش، حصول جاہ واقتدار اور لذت کام ودہن کے لئے ہوتی ہے، وہ اس سے بلند ہوکر کچھ سوچنے سمجھنے اور کرنے کے لئے آمادہ وتیار نہیں۔ اس میں دو رائے نہیں کہ مال ودولت جمع کرنے کی حرص اور دنیاوی لذائذ وفوائد کے حصول میں انسان کا بہت زیادہ انہماک وہ بنیادی کمزوری ہے، جس میں وہ ہمیشہ مبتلا رہا، قرآن کریم میں ہے ”خوشنما معلوم ہوتی ہیں، لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت جیسے: عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان لگے ہوئے گھوڑے، مویشی اور کھیتی“، (آل عمران ایت ۱۴) لیکن آج وہ سرمایہ پرستی، مادہ پرستی اور دنیا پرستی میں اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ اگر پہلے صرف اخلاقی قدروں کو پس پشت ڈال کر اسباب عیش وعشرت حاصل کرتا تھا تو اب مفاد دنیا کے لئے اخلاقی اقدار سے بالکل ہی عاری ہوگیا ہے۔

آج ہر شخص اپنا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے جنون کی حد تک فکر مند اور کوشاں ہے وہ معاشی اور اقتصادی میدان میں سب سے آگے نکل جانا چاہتا ہے۔

میں کہاں رکتا ہوں عرش وفرش کی آواز سے — مجھ کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے

لیکن معیار اخلاق بلند کرنے کی فکر بہت کم کسی کو ہے، بیشتر افراد یہ سوچنے کے لئے تیار ہی نہیں کہ آیا دنیا حیات انسانی کا آخری مرحلہ ہے یا اس کے آگے بھی کچھ مراحل ہیں؟ اس اہم سوال کی طرف توجہ نہ کرکے انسان اپنے مقصد حیات سے بہت دور جا پڑا، اور ایسی غفلت میں مبتلا ہوا کہ اسے اپنے آگے پیچھے کی کچھ خبر نہیں! وہ صرف زیادہ سے زیادہ مال ودولت سمیٹنے اور وافر مقدار میں اسباب عیش وعشرت فراہم کرنے میں اپنی تمام عمر کھپا دیتا ہے، اس کو یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ بعد میں اسے کس چیز سے سابقہ پیش آنے والا ہے؟ جملہ مخلوقات میں اسے عقل وافر کیوں عطا کی گئی؟ خیر وشر، حق وباطل میں تمیز کی دولت بے بہا سے کیوں نوازا گیا؟ کائنات کی ساری چیزیں بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر کیوں اس کی خدمت گزار ہیں؟ اگر اس کا مقصد تخلیق صرف حصول معاش، خورد ونوش اور افزائش نسل ہی ہے تو پھر اس میں اور دوسرے حیوانات میں وجہ امتیاز کیا ہے؟ اسے اشرف المخلوقات کیوں کہا جاتا ہے؟ انسان کی تکثیر مال ودولت کی خواہش اور اس سلسلے میں کبھی نہ ختم ہونے والی حرص کو حدیث میں بڑے بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر آدمی کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی تمنا کرے گا، اس کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ (بخاری شریف) یہ ایک غیر ایمان والے کا ہدف تو ہوسکتا ہے کہ وہ مال ودولت جمع کرنے، سامان عیش وعشرت فراہم کرنے میں اپنی ساری زندگی کھپا دے، لیکن ایک صاحب ایمان بھی اگر اپنی ساری توانائی، شب وروز کے تمام لمحات، حیات مستعار کی کل پونجی اسی میں خرچ کردے تو اس عالم آب وگل میں اس سے بڑا سانحہ کچھ نہیں! سید الانبیاء والمرسلین نے ایک بندۂ مومن کا مقصد تخلیق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ (بیہقی) نیز خالق کائنات نے صاحب ایمان جماعت کی پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے برپا کی گئی ہو، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (سورہ آل عمران، ۱۱۰) (بقیہ صفحہ ۱۱؍ پر)

نکاح کے لئے شرعی ہدایات

مولانا نورالحق رحمانی استاذ المعہدالعالی امارت شرعیہ

نکاح اسلام کی نظر میں ایک مقدس اور پاکیزہ رشتہ ہے، جس سے عفت وعصمت اور ایمان واخلاق کا تحفظ، دین کی تکمیل اور نسل انسانی کی افزائش ہوتی ہے، یہ مردوزن کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا ہوا وہ معاہدہ ہے جو اپنی جلو میں خوشیاں اور برکتیں لے کر آتا ہے، اس سے ایک خاندان کی بنیاد پڑتی ہے، شادی شدہ افراد شرعی حدود میں رہ کر شریفانہ طریقہ پر اپنی صنفی خواہش پوری کرتے ہیں، اسی قانونی تعلق کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت عطا کرتا ہے جو اس روئے زمین کی آبادی کاری اور نسل انسانی کے دوام وتسلسل کا ذریعہ ہے، اگر شریعت کے مطابق جائز شادی کا رواج نہ ہو تو سماج ناجائز اولاد سے بھر جائے گا، شرعی شادی عزت وپاکدامی کا اور سماج کو فحاشی وبے حیاء، جنسی انارکی اور قحبہ گری سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے، بہرحال نکاح انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت اور فطرت کی پکار ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت ڈال دی (الروم ۲۱)

شادی محض دیوانی معاہدہ نہیں، بلکہ عبادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ بھی ہے، یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، انہوں نے رہبانیت اور ترک دنیا کی تعلیم نہیں دی، بلکہ اللہ کے حکم سے شادی کا شریفانہ اور فطری طریقہ رائج کیا، ارشاد باری ہے:

ترجمہ: تحقیق کہ ہم نے آپ سے قبل بہت سے رسول بھیجے اور ان کے بیویاں اور اولاد بنائی (الرعد ۳۸)

شرعی نکاح، دو گواہوں کی موجودگی میں زوجین کی طرف سے ایجاب وقبول سے وجود میں آتا ہے۔

شوہر کے فرائض:

اس معاہدہ اور اقرار کے بعد شوہر پر بیوی کا مہر اور نفقہ لازم ہوتا ہے، وہ بیوی بچوں کا کفیل، ذمہ دار وسربراہ اور گارجین قرار پاتا ہے، تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شوہر پر اپنی بیوی کی کفالت، کھانا، کپڑا اور مکان، گھریلو فرنیچر، خانگی اسباب وسامان مہیا کرنا ضروری ہے، اگر بیوی کی معاشی اور سماجی حالت خادم مہیا کرنے کی متقاضی ہو تو اس کے اخراجات کی ذمہ داری بھی شوہر پر عائد ہوتی ہے، نفقہ میں یہ تمام چیزیں داخل ہیں، نفقہ کے سلسلے میں ارشاد باری ہے: ترجمہ: خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ (الطلاق ۷)

اسی طرح اللہ نے مردوں کو اپنی بیوی کا مہر خوش دلی سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ساتھ ہی اللہ نے مردوں کو بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کی کمی کوتاہی سے چشم پوشی کی تعلیم دی ہے (دیکھئے النساء) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو ناپسند نہ کرے اگر وہ اس کی کسی عادت کو ناپسند کرے گا تو اس کی دوسری خصلت اسے ضرور پسند آئے گی۔ (مسلم، کتاب الرضاع)

بیوی کے فرائض:

اسلامی نظام زندگی میں عورت کی حیثیت گھر کی ملکہ کی ہے، اس پر شوہر کی اطاعت، بچوں کی تربیت، گھر کی تنظیم وحفاظت ضروری ہے، اور وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہے، اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو اس کے گھر میں آنے نہ دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔ رب العزت کا ارشاد ہے:

ترجمہ: پس صالح عورتیں وہ ہیں جو اطاعت شعار ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ (النساء: ۳۴)

اگر زوجین اللہ کے حدود پر قائم رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق خوش دلی کے ساتھ ادا کریں تو یہ رشتہ مضبوط ومستحکم ہوتا چلا جائے اور کبھی جدائیگی کی نوبت نہ آئے۔

طلاق:

طلاق بھی انسانی سماج کی ایک ضرورت ہے، اور آج عالمی پیمانہ پر اس کی ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے، چنانچہ جن قوموں میں اس کا رواج نہیں تھا انہوں نے اپنے قانون میں ترمیم کر کے اس کی گنجائش نکالی، اور یہ انہوں نے اسلام سے خوشہ چینی کی، یہ اسلام کے محاسن ومفاخر میں شمار کیا گیا ہے کہ اس کے نظام معاشرت میں طلاق کی گنجائش رکھی گئی ہے اور یہ اس کے دین فطرت ہونے کی نشانی ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضرورتوں کا حل موجود ہے، زوجین کے باہمی تعلقات میں کبھی ایسا مرحلہ آتا ہے جس میں طلاق اور تفریق ایک ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے، ازدواجی رشتے کی روح باہمی الفت ومحبت ہے، اگر زوجین کے درمیان ایسی عداوت ونفرت پیدا ہو جائے اور اختلاف وشقاق کی ایسی خلیج حائل ہو جائے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارہ نہ ہو، بات بات پر لڑائی جھگڑے ہو، نباہ کی کوئی صورت نہ ہو، اور حالات کو سدھارنے کی کوئی کوشش کارگر نہ ہو تو ایسی صورت میں اسلام ان کے لئے علیحدگی کی راہ کھلی رکھتا ہے اور شوہر کو طلاق اور بیوی کو خلع کا اختیار دیتا ہے اور انہیں اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ طبعی تنفر اور ذوق ومزاج کے اختلاف کے باوجود ایک ساتھ رہیں اور کڑھن اور گھٹن کی زندگی گذاریں۔

طلاق تک رسائی کے لئے شریعت نے جو نازک حدود مقرر کئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب باہم زندگی گذارنے کے تمام راستے بند ہو جائیں، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ نکاح کرو اور طلاق نہ دو، اس لئے کہ طلاق سے رحمان کا عرش ہل جاتا ہے، یعنی بلا ضرورت طلاق دینا عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہے، اس لئے طلاق کو حدیث میں ابغض المباحات کہا گیا ہے، یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز (ابوداؤد ا/۲۹۶) ایسے ہی مرحلہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

: ترجمہ: اگر وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسعت سے مستغنی کر دے گا۔ (النساء)

طلاق کے لئے شرعی ہدایات:

طلاق کے لغوی معنی قید کو اٹھانے اور بندھن کو کھول دینے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں نکاح کے گرہ کو کھول دینے کا نام طلاق ہے، قرآن وحدیث کی رو سے طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے۔

اگر ازدواجی تعلقات کے بگاڑ میں بیوی کی غلطیوں اور زیادتیوں کو دخل ہو پھر بھی فوراً طلاق دینے کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ یہ حکم دیا گیا کہ شوہر پہلے زبانی نصیحت سے کام لے، اس سے کام نہ چلے تو وقتی طور پر ترک تعلق کرے جس میں پہلے ترک کلام پھر ترک مباشرت کا درجہ آتا ہے، اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو ہلکی پھلکی جسمانی سزا بھی دے سکتا ہے، کیونکہ بعض نفسیاتی مریض مار ہی کی زبان سمجھتے ہیں، لیکن ہلکی سرزنش کی اجازت دی گئی، مثلاً رومال کے جھالر سے مارنا یا مسواک سے مارنا، جس کا مقصد مخفی تنبیہ ہو، تذلیل وتوہین اور ایذا رسانی نہ ہو، اگر شوہر کی یہ تمام اصلاحی کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر اہل خاندان کو بیچ میں پڑ کر اور حکم مقرر کر کے مصالحت کرانے کا حکم دیا گیا۔ (دیکھئے سورہ نساء آیت ۳۴۔۳۵)

اگر دونوں خاندانوں کے پنچوں کی کوشش بھی سودمند نہ ہو تو آخری چارۂ کار کے طور پر شوہر کو صرف ایک طلاق کی اجازت دی گئی، اس صورت میں شوہر کو عدت گذارنے تک یعنی تقریباً تین ماہ تک اپنے معاملہ میں غور وفکر کرنے کا موقع ملے گا، اگر وہ بیوی کے رویے میں تبدیلی دیکھے اور مصلحت سمجھے تو رجوع کر لے اور بہتر یہ ہے کہ دو آدمیوں کو گواہ بنالے، اس طرح سابقہ رشتہ پھر بحال ہو جائے گا، اور کوئی پشیمانی نہ ہوگی، اور اگر چھوڑنے ہی میں مصلحت نظر آئے تو عدت گذرنے دیں، دوسری تیسری طلاق کی ضرورت ہی نہیں ہے، عدت گذرنے کے بعد رشتۂ نکاح بالکلیہ ختم ہو جائے گا، پھر اگر مہر باقی ہے تو مہر دے کر اور متعہ کے طور پر جوڑا وغیرہ دے کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دے۔ اس صورت میں باہمی رضامندی سے دوسرا نکاح ہو سکتا ہے، اور اگر کسی مصلحت سے تین طہر میں تین طلاق دینا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے، مگر صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دینے کا طریقہ سب سے بہتر طریقہ ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام اسی کو پسند کرتے تھے، یہ طلاق کا سنت طریقہ ہے۔ اس کے برخلاف حیض کی حالت میں طلاق دینا، ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں بیوی سے صحبت کی گئی ہو یا ایک ساتھ دو طلاق یا تین طلاق دینا حرام اور طلاق بدعت، اس سے پرہیز کرنا لازم ہے، لیکن اگر کوئی شخص کرتا ہے تو باوجودیکہ یہ فعل بدعت اور حرام ہے، اس سے طلاق پڑ جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فیصلے اس پر شاہد ہیں۔

تیسری طلاق کا ذکر قرآن میں:

یہ بات آج کل کثرت سے سننے میں آرہی ہے کہ تین طلاق کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہیں ہے، یہ بات بالکل غلط ہے، تیسری طلاق کا ذکر سورہ بقرہ میں موجود ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: الطلاق مرتان، یعنی وہ طلاق جس کے بعد شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہوتا ہے وہ دو طلاقیں ہیں، یعنی اسے دو مرحلوں اور دو طہر میں دینا چاہئے، اس کے بعد ارشاد فرمایا گیا: فان طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (البقرہ ۲۳۵) یہی تیسری طلاق ہے یعنی دو طلاق رجعی کے بعد اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں رہے گی، اب پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے کی صورت یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد کوئی دوسرا مرد اس سے نکاح کر کے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گذارے، جنسی تعلق قائم کرے پھر کسی بنا پر وہ اسے طلاق دے دے یا اس کا انتقال ہو جائے تو عدت گذرنے کے بعد پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے، حلالہ کے لئے بعض دفعہ جو گھناونی صورت اختیار کی جاتی ہے، وہ ازروئے شرع حرام اور دونوں مردوں پر لعنت کا سبب ہے، اس کی ذمہ داری کسی طرح دین پر عائد نہیں ہوتی، دین نے تو اسے حرام اور لعنت کا سبب قرار دیا ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شریعت کی تعلیمات کی پابندی کریں اور ہر ایسے طریقے سے باز آئیں جس سے دین بدنام ہوتا ہے۔

شریعت میں طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے جس کی اجازت مجبوری کی حالت میں اور آخری چارہ کار کے طور پر دی گئی ہے، اسلام رشتہ نکاح کا پورا احترام کرتا ہے اور امکانی حد تک اسے باقی رکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اسے ایسا ناقابل انقطاع رشتہ قرار نہیں دیتا کہ حالات خواہ کیسے ہی سنگین ہو جائیں اور آپسی نفرت وعداوت کی وجہ سے گھر جہنم کدہ اور رشتہ رحمت کے بجائے زحمت ہو جائے پھر بھی زوجین ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں، اگر ایسی مجبوری کی حالت میں بھی علیحدگی کی اجازت نہ ہو تو دونوں کی زندگی عذاب بن جائے گی اور ایک دوسرے سے چھٹکارا پانے کے لئے قتل اور خودکشی کے مرتکب ہوں گے۔ جب کہ دوسرے مذاہب کی عورتیں جدائیگی کی خاطر نت نئے غیر انسانی طریقے اختیار کرتی ہیں اس کے بالمقابل مسلم عورتوں کو زیادہ تحفظ حاصل ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

اسلامی لشکر کے ایک مایہ ناز سپہ سالار

مولانا عبدالعلی فاروقی

حضرت خالدؓ بن ولید کا نام کون نہیں جانتا؟ آج کے جرنیل، کرنیل اور فیلڈ مارشل سے لے کر عام سولجر تک کے عہدیدار یا کل کے ہٹلر و مسولینی جیسے نامور___ خالد بن ولید اور ان کی قائدانہ صلاحیتیں سب کو حوصلہ بخشتی ہیں۔ جنگیں چاہے میزائلوں، ٹینکوں اور بارودی سرنگوں سے لڑی جائیں، چاہے تیروں، تلواروں اور ڈھالوں سے، خالد بن ولید کی جرأت کی داد کل بھی دی جاتی تھی اور آج بھی۔

یہ خالد بن ولید کون ہیں؟___ خالد جنگوں کی تاریخ کا وہ ''اکلوتا نام'' جو فتح وظفر کی علامت بن گیا، جس کی شرکت کے بعد کسی نازک سے نازک جنگ میں بھی شکست کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا اور فریق مخالف خالد کو دیکھتے ہی حوصلے چھوڑ بیٹھتا تھا، سوا سو جنگوں میں شرکت کی اور ریکارڈ یہ بنایا کہ جس جنگ میں ''جس طرف سے'' شریک ہو گئے، فتح اسی فریق کو ہوئی۔ تلواروں، بھالوں اور نیزوں کے سارے جسم پر ایسے داغ کہ پورے جسم سے ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہیں نکالا جا سکتا تھا جو بے داغ ہو، اس ''سیف اللہ'' کے دونوں ہاتھوں میں جب دودھاری تلواریں آ جاتیں تو حریف کو اپنی بھاری سے بھاری فوج ناکافی نظر آنے لگتی۔ اللہ اللہ! یہ خالدؓ ہی کا مقدر تو ہے کہ اسلامی تاریخ کی بہت ہی ہولناک اور صبر آزما جنگ ''غزوہ موتہ'' کے موقع پر جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو یکے بعد دیگرے تین اسلامی فوج کے کمانڈروں کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے بے ساختہ دریافت فرمایا تو پھر کمانڈر کسے مقرر کیا گیا؟ اور جب یہ جواب دیا گیا کہ آقا! آپ کے نامزد فرمودہ تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کے بعد اب کمانڈر خالدؓ بن ولید کو سونپ دی گئی ہے۔ تو آقا نے کیسے بشاشت، کیسے اطمینان اور کیسے اعتماد کے ساتھ فرمایا تھا کہ ''اب لڑائی کا تنور گرمایا ہے'' اور پھر ظاہر ہے کہ نتیجہ وہی سامنے آیا جس کی طرف اشارہ آقا نے اپنی اعتماد بھری نشارت میں کر دیا تھا کہ خالدؓ کی کمانڈ میں اسلامی جاں بازوں نے اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت کا منھ پھیر کر فتح وظفر کا پھریرا لہرا دیا۔

اب یہیں ٹھہر کر ذرا ''عام نفسیات'' اور اسلامی نفسیات کے فرق کو بھی سمجھتے چلئے___ اسلامی نفسیات___ جی ہاں، یہ اصطلاح ممکن ہے کہ نئی ہو لیکن یہ ایک ایسی ''موجود حقیقت'' ہے جس کی بنیاد ہی نہیں، اس پر ''پوری عمارت'' صدیوں پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفا پیشہ غلام قائم کر چکے ہیں۔

ذرا غور تو کیجئے کہ وہ ایک شخص جو خالد بن ولید کی صورت میں دلوں کی دھڑکن بن گیا ہو، جو اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ اپنی پوری جماعت کے لئے ''ریڑھ کی ہڈی'' بن چکا ہو، جس پر اس کے ماتحت اور ساتھ والے ہی نہیں اس کے آقا بھی ناز کر رہے ہوں، جو دوستوں کے لئے امنگوں اور حوصلوں کا سرچشمہ اور دشمنوں کے لئے ''موت کا الارم'' بن کر ابھر چکا ہو، جس کی ''بے پناہی'' کا چرچا اپنی سرحدوں سے گذر کر دشمنوں کے گھروں تک پہنچ چکا ہو، اور پھر وہ عام سولین نہیں فوج کا سپاہی ہو، تو اس کی اپنے بارے میں ''نفسیاتی رائے'' کیا ہونا چاہئے؟ کیا اس کی حوصلہ مندیاں اس کے اندر خود میں کا احساس پیدا کرنے کے لئے کافی نہ ہوں گی؟ اگر وہ اپنے کو ''ناگزیر'' باور کر لے تو کیا کچھ بے جا ہوگا؟ اس کی طرف سے ''اپنی ہستی'' کو تسلیم کرانے کی کوئی کوشش کیا ''ناروا جسارت'' کہلائے گی؟ جی ہاں! عام نفسیات تو ایسے ہر جذبہ اور اس کے اظہار کو جائز ہی قرار دے گی، لیکن اسلامی نفسیات کا تو فلسفہ ہی دوسرا ہے۔ اللہ کا وہ پیغمبر، وہ ''سائیکالاجسٹ'' یعنی وہ ماہر نفسیات جس کی درسگاہ میں خالدؓ نے تعلیم وتربیت حاصل کی تھی، اس کے یہاں ''انانیت'' کا وجود ہی کہاں؟ یہاں تو وہ تھا جس کا ثبوت خالدؓ بن ولید نے طرابلس کی مشہور جنگ میں پیش کیا۔ اللہ اللہ! خالد بن ولید کے اس وقت کے اقبال وعروج پر ایک نظر ڈالئے کہ ''عام سپاہیوں'' کو علم ہو جاتا کہ ہمارے ''امیر لشکر'' خالدؓ ہوں گے تو دھڑا دھڑ بھرتی شروع ہو جاتی کہ خالدؓ کا تو نام ہی فتح کی ضمانت بن چکا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اسلام کے سچے محافظوں، مزاج اسلام کے آشناؤں، خدائے واحد وقادر ہی پر بھروسہ کرنے والوں، اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت پر نگاہ رکھنے والوں کے لئے ''کسی فرد واحد'' پر انحصار کا یہ رجحان اچھی علامت نہ تھا، خصوصا تربیت نبوی کا وہ شاہکار نمونہ، وہ بتکدوں میں صدائے لا الہ الا اللہ بلند کرنے کا متوالا، وہ مراد نبوت بننے والا عمر بن خطابؓ بھلا کیوں کر ایمان یقین پر منڈلانے والے اس خطرہ کو نظر انداز کر سکتا تھا؟ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک ایسا فیصلہ لیا جو بس وہی لے سکتے تھے، ''حرب وضرب'' کی پوری تاریخ کا وہ انوکھا و نرالا اور ''خطرات سے پر'' فیصلہ جس پر آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے۔ دیوانوں کی فرزانگی کی وہ ادا جسے ناپنے کے لئے عقل وتجربے کے تمام پیمانے ناکافی ہو گئے۔ دوستوں اور دشمنوں سب ہی نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ طرابلس کے مشہور، ہنگامہ خیز اور زلزلہ افگن معرکہ کے دوران امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے خالدؓ بن ولید جیسے تجربہ کار، باہمت اور قابل اعتماد کمانڈر کو تبدیل کر کے ان کی جگہ ابوعبیدہؓ بن جراح کو کمانڈر مقرر کرنے کا فرمان جاری کر دیا۔ ماہرین جنگ کا یہ مقولہ تو ''ضرب المثل'' بن چکا ہے کہ ''مورچہ پر کمانڈر نہیں بدلا جاتا'' لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ایثار پیشہ اور وفا شعار غلاموں نے جنگ کی ایک نئی تاریخ بھی رقم کی کہ معرکہ طرابلس کے دوران اپنے قائد وامیر حضرت فاروق اعظمؓ کا فرمان پاتے ہی کسی ادنیٰ ہچکچاہٹ اور ''احساس ذلت'' کے بغیر حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنے ایک ماتحت سپاہی حضرت ابوعبیدہؓ کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کمانڈ ان کو سونپ دی۔ کسی ہچکچاہٹ، کسی شورش، کسی بغاوت اور کسی سوچ بچار اور مشورہ کے بغیر اتنی اہم اور بظاہر مشکل سمجھی جانے والی تبدیلی اسی لئے ہو گی کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ہی کی طرح سپہ سالار جنگ خالدؓ بن ولید کے دل میں بھی حق کے غلبہ اور اسلام کی سربلندی کے سوا کوئی ''دوسرا'' سجا ہوا نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نئے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ نے جب تعاون طلب کرتے ہوئے خالدؓ بن ولید سے کہا کہ ''اے سیف اللہ! تم مسلمانوں کی مدد کرو، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔'' تو جواب میں خالدؓ بن ولید نے یہ ایمان افروز بات کہی: ''اے امیر لشکر! میں تو آپ کے حکم ہی کا منتظر تھا، اللہ کی قسم اگر امیر المومنین آپ کے بجائے کسی نوخیز لڑکے کو بھی میرا سردار مقرر کر دیتے تو میں اس کا حکم بھی امیر المومنین کا حکم سمجھ کر مانتا۔ میرا سر اللہ کی راہ اور دین کی حمایت میں حاضر ہے اور میں ہر وقت جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ کہا اور اپنی خارا شگاف تلوار ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور اپنے امیر کی اجازت سے ایک چھوٹا سا فوجی دستہ اپنے ساتھ لے کر میدان کارزار میں پہونچ گئے، دشمنوں کے نرغے میں گھرے اور سراسیمہ سے مسلمانوں کے کانوں میں جب خالدؓ کی یہ للکار پہونچی کہ ''اے بہادر مسلمانو! نہ ہمت ہارنا نہ گھبرانا، اللہ کی مدد تو تمہارے ہی ساتھ ہے اور میں خالدؓ بن ولید بھی تمہارے ساتھ سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے آ گیا ہوں''۔

تو مسلمانوں میں جوش وخروش کی ایک لہر دوڑ گئی۔ فوج کی صف بندی ہوئی اور نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ دشمنان اسلام کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں خالدؓ بن ولید اپنے بلند حوصلہ و جاں باز ساتھیوں کے ساتھ اس طرح گھسے کہ تھوڑی ہی دیر میں کائی کی طرح دشمن کا لشکر جرار پھٹ گیا اور فتح وکامرانی نے بڑھ کر اسی کے قدم چوم لئے جس کے قدم چومتے رہنا اس کی پرانی عادت تھی۔ جنگ طرابلس کی ابتداء ہوئی تو خالدؓ بن ولید اسلامی لشکر کے سپہ سالار اور کمانڈر تھے، اور جب یہ جنگ اسلام اور مسلمانوں کی فتح کے ساتھ ختم ہوئی تو خالدؓ بن ولید ابوعبیدہؓ بن الجراح کی ماتحتی میں اسلامی لشکر کے ایک عام سپاہی تھے۔ کیا تاریخ کے ریکارڈ میں کوئی اور بھی ایسا ''حیرت انگیز واقعہ'' ہے کہ کسی ایک ہی جنگ میں امیر لشکر اور ''کمانڈر ان چیف'' کو ایک ''عام سپاہی'' بنا کر اپنے ہی ماتحت کے زیر قیادت کر دیا گیا ہو اور اس کے ماتھے پر کوئی شکن بھی نہ آئی ہو؟ اور کیا کہیں اور کسی ''امیر عام'' یا حکمراں کو یہ جرات ہو سکی کہ وہ اپنی فوج کے بے داغ، باکردار، حوصلہ مند اور لائق ترین کمانڈر کو بے جھجک و بے خطر تبدیل کر کے اسے ''عام سپاہی'' بنا کر مورچہ پر بھیج سکے؟

کہاں تاریخ عالم میں کوئی دوسرا عمرؓ جو ایسا جرأت مندانہ فرمان جاری کر سکے۔ اور کہاں کوئی دوسرا خالدؓ بن ولید جو اپنی ذات کی نفی کر کے اپنے دین کو سربلند کرنے کا حوصلہ لا سکے؟ سچ تو یہ ہے کہ بہتے ہوئے دریا کے رخ پر تو تنکے بھی بہہ لیتے ہیں الٹے رخ پر ناؤ چلانا سب کے بس کی بات نہیں۔

مودی حکومت چھپر میں آگ لگا کر سینک رہی ہاتھ

یہ ایک جگ ظاہر حقیقت ہے کہ عام طور سے گھر کے برتن بھاڑے اور اثاثہ تبھی بیچے جاتے ہیں جب کوئی خاص ضرورت یا بڑی مصیبت سامنے ہو، مرکزی کابینہ نے بھارت پٹرولیم کارپوریشن سمیت عوامی زمرہ کے اداروں سے سرمایہ نکاسی کو منظوری دے دی ہے، ان میں شپنگ کارپوریشن آف انڈیا، کنٹینر کارپوریشن آف انڈیا، ٹہری ہائیڈرو ڈیولپمنٹ کارپوریشن، نارتھ ایسٹرن الیکٹرک پاور کارپوریشن آف انڈیا وغیرہ شامل ہیں، اول الذکر تین کمپنیوں کو نجکاری کے لئے پیش کیا جا رہا ہے جبکہ باقی دو کمپنیوں کی انتظامیہ نیشنل تھرمل پاور کارپوریشن کو سونپی جائے گی۔ بھارت پٹرولیم کارپوریشن ملک کی نورتن کمپنیوں میں شمار ہوتی ہے پھر بھی اس کی نجکاری کس مقصد سے کی جا رہی ہے یہ بات سمجھ سے پرے ہے۔ نوٹ بندی کے ناعاقبت اندیشانہ فیصلہ کے بعد ہندوستانی معیشت کو زبردست جھٹکا لگا ہے ملک اس سے ابھی تک ابھر نہیں پایا ہے، ریزرو بینک سے ایک لاکھ ۶۷؍ہزار کروڑ روپیہ لینے کی باوجود ملکی معیشت کو استحکام نہی حاصل ہو رہا ہے، حکومت طرح طرح کے ٹونے ٹوٹکوں سے معیشت کی روشن تصویر پیش کرنے کی لاحاصل کوششیں کر رہی ہے لیکن تلخ حقیقت سامنے آ ہی جاتی ہے۔ خود بی جے پی کے سینئر لیڈر سبرامنیم سوامی نے کہا ہے کہ حکومت اعداد وشمار میں تبدیلیاں کر کے معیشت کی اصل حالت چھپا رہی ہے لیکن میڈیا میں چھن چھن کر اصلیت سامنے آ رہی ہے اس کے علاوہ عالمی معاشی ادارہ بھی ہندوستانی معیشت کی ڈھیلی ہوتی چولوں کو سامنے لاتی رہتی ہے۔ نیتی ایوگ کے چیئرمین راجیو کمار نے گزشتہ دنوں ایک بیان میں کہا تھا کہ ۷۰؍برسوں میں ایسی بدحال معیشت کبھی نہیں رہی۔ کانگریس کے دور میں عوامی زمرہ کے یہ ادارہ ہندوستانی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑے کرنے کے لئے بنائے گئے تھے ان اداروں کی وجہ سے ہی ہندوستانی معیشت عالمی کساد بازاری میں بھی مستحکم رہی، یہ ٹھیک ہے ان میں بدعنوانی اور لال فیتہ شاہی پھیل گئی تھی اور کئی ادارہ سفید ہاتھی بن کر معیشت پر بوجھ بن گئے تھے ان سے سرمایہ نکاسی اور انھیں نجی زمرہ میں دیا جانا حق بجانب ہے اور نئی معاشی پالیسی نافذ کرتے وقت کانگریس کی حکومت نے ہی سرمایہ نکاسی کی پالیسی اختیار کی تھی لیکن منافعہ میں چل رہی کمپنیوں کو کوڑیوں کے بھاؤ بیچنے کا سلسلہ اٹل جی کے دور میں شروع ہوا تھا اور اب مودی جی تو سب کچھ بیچنے پر آمادہ دکھائی دے رہے ہیں اور تو اور ریلوے جیسے محکمہ کو بھی نجی ہاتھوں میں سونپنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے جس کے انجام بد کا سوچ کر ہی کلیجہ کانپ جاتا ہے۔ کانگریس سمیت سبھی سیاسی پارٹیوں اور ٹریڈ یونینوں کو اس کے خلاف بڑی تحریک چلانی چاہیے ہندوستان جیسے ملک کے عوام کو کارپوریٹ کے منافعہ خوروں کے رحم وکرم کرم پر نہیں چھوڑا جانا چاہیے۔ یہاں پر ممتاز سوشلسٹ مفکر آنجہانی ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کا وہ قول یاد آ جاتا ہے کہ جب سڑک سنسان ہو جاتی ہے تو پارلیمنٹ آوارہ ہو جاتی ہے۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے بچوں نے عوام اور سیاسی پارٹیوں کو ایک راہ تو دکھا دی ہے اب کوئی اس پر چلتا ہے یا نہیں، ملک وقوم کے لئے اس کے عہد و پابند کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ تو واضح ہو چکا ہے کہ لوک سبھا میں اپنی اکثریت کی بنا پر مودی حکومت کسی کی کچھ سننے کو تیار نہیں ہے اب عوامی تحریکوں کے ذریعہ ہی اسے ہوش میں لایا جا سکتا ہے۔ صرف نوٹ بندی ہی نہیں جی ایس ٹی کو جس طرح بغیر ٹھوس تیاری اور سوچ بچار کے جلد بازی میں نافذ کیا گیا اس سے بھی معیشت کو زبردست نقصان پہنچا ہے صرف مرکزی حکومت ہی نہیں ریاستی حکومتیں بھی اس مار سے بچ نہیں پائی ہیں کیونکہ جی ایس ٹی سے ٹیکس حسب توقع جمع نہیں ہو سکا ہے جس کی وجہ سے ریاستوں کو ان کا حصہ ہی نہیں مل سکا ہے۔ اطلاعات کے مطابق گزشتہ تین مہینوں سے ریاستوں کو ان کا حصّہ نہیں ملا ہے، پانچ ریاستوں کے وزرائے مالیات نے مشترکہ بیان میں کہا بھی ہے کہ ان کا قریب ۳۵؍ہزار کروڑ روپیہ مرکزی حکومت پر واجب ہے اور اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ ان کے پاس اسٹاف کو تنخواہ دینے کے بھی پیسے نہیں ہیں۔ ان میں سے کئی ریاستوں کے قرض میں ڈوب جانے کا خطرہ بڑھ گیا ہے کیونکہ جی ایس ٹی کی وجہ سے ان کا ۶۰؍فیصدی ٹیکس کم ہو گیا ہے اور مرکز سے ان کو واپسی نہیں مل رہی ہے۔ تلخ حقیقت یہ ہے کہ مودی حکومت اعداد وشمار کی بازیگری کے ذریعہ معیشت کی چاہے جتنی خوبصورت تصویر پیش کرے پانچ ٹریلین کی معیشت بنانے کا خواب دکھانا ٹھیک ویسا ہی ہے جیسا ۲۰۱۴ء کے الیکشن میں سبھی کے کھاتوں میں پندرہ پندرہ لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ تھا۔ (بقیہ صفحہ ۱۱؍پر)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

ٹرمپ کے خلاف مواخذے کے عمل کو ختم کیا جائے: وائٹ ہاؤس

امریکہ میں وائٹ ہاؤس کے وکیل پیٹ کیپولون نے امریکی کانگریس (اراکین پارلیمان) کی عدالتی کمیٹی کے چیئرمین جیرولڈ نیڈلر کو ایک خط لکھا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے خلاف مواخذے کے عمل ختم ہونا چاہیئے کیونکہ یہ پوری طرح بے بنیاد اور طے شدہ ضابطوں کے خلاف ہے۔ مسٹر کیپولون نے جمعہ کو مسٹر نڈلر کو تحریر کئے گئے خط میں کہا: ''جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کی مواخذے کی تحقیقات پوری طرح بے بنیاد ہے۔ اس وجہ سے آپ کو اس تحقیقات کو اب ختم کر دینا چاہیئے اور اضافی تحقیقات کر کے وقت کی بربادی نہیں کرنی چاہیئے۔'' انہوں نے کہا ''مسٹر ٹرمپ کے خلاف تحریک مواخذے شروع کر کے ایوان کے ڈیموکریٹس نے اقتدار کا غلط استعمال کیا اور ہمارے ملک کی تاریخ میں مواخذے کی انتہائی جانبدار اور غیر آئینی کوشش ہوگی۔'' واضح رہے کہ امریکی کانگریس کے ایوان نمائندگان کی اسپیکر نینسی پیلوسی نے ایوان کی عدالتی کمیٹی کے چیئرمین نیڈلر کو مسٹر ٹرمپ کے خلاف مواخذے کے عمل کو شروع کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ (یواین آئی)

بغداد میں مظاہرین پر فائرنگ، ۱۶/افراد ہلاک، ۴۷/زخمی

عراق کے دارالحکومت بغداد میں نامعلوم مسلح افراد نے حکومت کے خلاف مظاہرہ کر رہے لوگوں پر فائرنگ کی، جس کی وجہ سے ۱۶/مظاہرین کی موت ہوگئی اور تقریباً ۴۷/مظاہرین زخمی ہوئے ہیں۔ سکیورٹی شعبے کے ایک افسر نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ چار پہیہ گاڑیوں میں آئے نامعلوم مسلح افراد نے وسطی بغداد کے الخلانی اسکوائر میں مظاہرہ کر رہے لوگوں پر فائرنگ کی۔ ذرائع نے بتایا ''فائرنگ میں ۱۶/مظاہرین ہلاک ہو گئے اور تقریباً ۴۷/مظاہرین زخمی ہو گئے۔ زخمیوں میں سے کچھ کی حالت نازک بنی ہوئی ہے''۔ واضح رہے کہ عراق کے دارالحکومت بغداد سمیت ملک کے مختلف علاقوں میں اصلاحات، بدعنوانی پر نکیل کسنے، لوگوں کے معیار زندگی کو بہتر بنانے اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے مطالبات کے سلسلے میں اکتوبر کے اوائل سے ہی احتجاجی مظاہر ہو رہے ہیں۔ (یواین آئی)

شاہ سلمان نے امریکہ کے ساتھ تعاون کی ہدایت دی

سعودی عرب کے شاہ سلمان بن عبدلعزیز آل سعود نے ملک کی سکیورٹی ایجنسیوں کو امریکہ کے فلوریڈا میں بحریہ کے اڈے پر فائرنگ کے واقعہ کی تحقیقات میں امریکی تفتیشی ایجنسیوں کے ساتھ تعاون کرنے کی ہدایت دی ہے۔ واشنگٹن میں واقع سعودی عرب کے سفارت خانے نے جمعہ کے روز ایک بیان جاری کر کے کہا ''شاہ سلمان نے ملک کی سکیورٹی ایجنسیوں کو امریکہ کی متعلقہ ایجنسیوں کو معلومات فراہم کرنے کی ہدایت دی ہے، جس سے اس خوفناک حملے کی تحقیقات میں مدد مل سکے۔'' واضح رہے کہ سعودی عرب کے ایک ''ٹرینی پائلٹ'' نے فلوریڈا میں واقع بحریہ کے اڈے پر خود کو گولی مارنے سے پہلے تین افراد کا فائرنگ کر قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ میں کم از کم سات دیگر افراد زخمی ہوئے تھے۔ شاہ سلمان نے امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ سے بات کرتے ہوئے اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا تھا اور تحقیقات میں مکمل تعاون کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ (یواین آئی)

امریکی حکومت لگا سکتی ہے بوئنگ کمپنی پر چار ارب کا جرمانہ

امریکہ کی حکومت ایرو اسپیس بیڑے کے ۱۳۳/طیارے میں ناقص پارٹس لگانے کی وجہ سے بوئنگ کمپنی پر تقریباً چار ارب کا جرمانہ لگا سکتی ہے۔ امریکہ کے وفاقی ایوی ایشن اتھارٹی (فا) نے جمعہ کو بیان جاری کر کے کہا کہ فا نے تقریباً ۱۳۳/طیاروں میں ناقص پارٹس لگانے کی وجہ سے بوئنگ کمپنی کے خلاف 3.9 ارب سے زیادہ کا جرمانہ لگانے کی تجویز پیش کی ہے۔ (یواین آئی)

سلوواکیہ میں گیس دھماکہ میں ۵/افراد کی موت

سلوواکیہ کے شہر پریسوو میں ایک بارہ منزلہ عمارت میں گیس دھماکے ہونے سے کم از کم پانچ افراد کی موت ہوگئی جبکہ ۴۰/زخمی ہو گئے۔ سلوواکیہ کے وزیر اعظم پیٹر پیلے گرین جائے حادثہ پہنچے اور کہا ''ہم نے گیس دھماکے میں اب تک پانچ افراد کے ہلاک ہونے کی تصدیق کی ہے لیکن یہ تعداد اب بڑھ سکتی ہے۔'' محکمہ فائر بریگیڈ کے اہلکاروں کے مطابق یہ دھماکے کل دوپہر ہوا اور اس کے بعد آگ کی لپٹوں نے عمارت کے سب سے اوپر کے چار یا پانچ منزلوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میئر اینڈریا ٹرکانووا نے کہا کہ سلوواکیہ میں گزشتہ ۵۰/برسوں میں یہ تیسرا سب سے زیادہ خوفناک المیہ ہے۔ (یواین آئی)

امریکہ میں ''محمد'' پسندیدہ ترین ناموں میں شامل

امریکہ میں گزشتہ برس نومولود بچوں کے جو دس نام سب سے زیادہ رکھے گئے ہیں ان میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''محمد'' بھی شامل ہے، جب کہ بچیوں کا سب سے زیادہ رکھا جانے والا نام عالیہ ہے۔ امریکی ادارے بے بی سینٹر کے اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں نومولو بچوں کے جو دس نام سب سے زیادہ رکھے گئے اُن میں ''محمد'' بھی شامل ہے۔ اسی طرح بچیوں کے لیے رکھے گئے دس پسندیدہ ناموں میں عالیہ شامل ہے۔

امریکی ادارے کا کہنا ہے کہ ۶۴۰/بچوں کے نام محمد رکھے گئے، اگر امریکہ میں لفظ محمد کے لیے رائج مختلف اسپیلنگ کو ایک کر دیا جائے تو یہ تعداد اور بڑھ جائے گی۔ مذکورہ اعداد و شمار صرف ایک اسپیلنگ (Muhammad) والے ہیں۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق امریکہ میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب بھی اسلام ہے۔ اور امریکا میں مقیم مسلمانوں میں اپنے مذہب سے وابستگی مزید پختہ ہوتی جا رہی ہے، اسلام مخالف منفی پروپیگنڈے اور مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی تمام کاوشیں دم توڑتی نظر آتی ہیں۔

بزنس روزگار و کیریئر

راحت نہیں ملنے پر ووڈافون آئیڈیا بند ہو سکتی ہے: برلا

ٹیلی مواصلات خدمات فراہم کرنے والی کمپنی ووڈافون آئیڈیا لمیٹڈ کے صدر کمار منگلم برلا نے جمعہ کو کہا کہ ان کی کمپنی نے حکومت سے راحت کی مانگ کی ہے اگر وہ نہیں ملی تو کمپنی کو بند کرنا پڑ سکتا ہے مسٹر برلا نے یہاں ''ایچ ٹی لیڈرشپ چوٹی کانفرنس'' میں بات چیت کے دوران ایک سوال پر کہا کہ حکومت سے راحت نہیں ملنے پر ان کا گروپ اب اس کمپنی میں سرمایہ کاری نہیں کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ راحت نہیں ملنے پر گروپ انسالوینسی کا راستہ اختیار کرے گی۔ مسٹر برلا آدتیہ گروپ کے چیرمین بھی ہیں۔ (یواین آئی)

ہندوستان کی ترقی کی شرح رواں سال 7......5 فیصد رہے گی: اقوام متحدہ

نئی دہلی، 4 اپریل) یواین آئی (اقوام متحدہ کے ایشیا پیسیفک اقتصادی و سماجی کمیشن) اقوام متحدہ-اس؟ یپ (نے رواں مالی سال میں ہندوستان کی ترقی کی شرح بڑھ کر 7......5 فیصد پر پہنچ جانے کا امکان ظاہر کیا ہے۔

کمیشن کے یہاں جمعرات کو شائع ایشیا پیسیفک اقتصادی و سماجی سروے 2019 میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ 31 مارچ کو ختم مالی سال 2018-19 میں ملک کی متوقع شرح ترقی 7......2 فیصد رہی ہے جس کے رواں مالی سال میں 7......5 فیصد پر پہنچ جانے کی امید ہے...... مالی سال 2020-21 میں اس کے 7......6 فیصد رہنے کے امکان کا اظہار کیا گیا ہے۔

سروے میں ترقی کی شرح کے ساتھ ملک میں اوسط خوردہ مہنگائی کے بھی بڑھنے کا امکان ہے۔ اس سروے میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ مالی سال میں 3......3 فیصد پر رہنے والی مہنگائی کی شرح رواں مالی سال میں بڑھ کر 4......5 فیصد اور اگلے مالی سال میں 4......6 فیصد پر پہنچ جائے گی۔

سروے میں کہا گیا ہے کہ پورے ایشیا پیسیفک علاقے میں مجموعی طور پر اقتصادی منظرنامہ مستحکم اور مہنگائی کی شرح نسبتاً کم رہے گی۔ اقوام متحدہ-اس؟ یپ کے جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ناگیش کمار نے کہا کہ ہندوستان اور بنگلہ دیش کی سات فیصد سے زیادہ کی شرح سے ترقی کرنے کی وجہ سے اس علاقے میں جنوبی ایشیا کی ترقی کی شرح سب سے زیادہ رہے گی...... اس علاقے میں کام کرنے کی عمر والے لوگوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ کو دیکھتے ہوئے اچھے روزگار کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کی ترقی کی شرح رواں سال 7.5 فیصد رہے گی: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے ایشیا پیسیفک اقتصادی و سماجی کمیشن نے رواں مالی سال میں ہندوستان کی ترقی کی شرح بڑھ کر 7.5 فیصد پر پہنچ جانے کا امکان ظاہر کیا ہے۔ کمیشن کے جمعرات کو شائع ایشیا پیسیفک اقتصادی و سماجی سروے 2019 میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ 31 مارچ کو ختم مالی سال 2018-19 میں ملک کی متوقع شرح ترقی 7.2 فیصد رہی ہے جس کے رواں مالی سال میں 7.5 فیصد پر پہنچ جانے کی امید ہے۔ مالی سال 2020-21 میں اس کے 7.6 فیصد رہنے کے امکان کا اظہار کیا گیا ہے۔ سروے میں ترقی کی شرح کے ساتھ ملک میں اوسط خوردہ مہنگائی کے بھی بڑھنے کا امکان ہے۔ اس سروے میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ مالی سال میں 3.3 فیصد پر رہنے والی مہنگائی کی شرح رواں مالی سال میں بڑھ کر 4.5 فیصد اور اگلے مالی سال میں 4.6 فیصد پر پہنچ جائے گی۔

سروے میں کہا گیا ہے کہ پورے ایشیا پیسیفک علاقے میں مجموعی طور پر اقتصادی منظرنامہ مستحکم اور مہنگائی کی شرح نسبتاً کم رہے گی۔ اقوام متحدہ-اسکیپ کے جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ناگیش کمار نے کہا کہ ہندوستان اور بنگلہ دیش کی سات فیصد سے زیادہ کی شرح سے ترقی کرنے کی وجہ سے اس علاقے میں جنوبی ایشیا کی ترقی کی شرح سب سے زیادہ رہے گی۔ اس علاقے میں کام کرنے کی عمر والے لوگوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ کو دیکھتے ہوئے اچھے روزگار کی ضرورت ہے۔ (یواین آئی)

آیوشمان بھارت یوجنا کے تحت سہولتیں

صحت اور خاندانی بہبود کے مرکزی وزیر مملکت جاشونی کمار چوبے نے آج یہاں لوک سبھا میں ایک سوال کے تحریری جواب میں بتایا کہ آیوشمان بھارت – صحت اور معالجہ مراکز (اے بی-ایچ ڈبلیوسی) کے تحت دسمبر 2022ء تک ملک بھر میں پرائمری سطح پر جامع صحت خدمات کی فراہمی کے لئے 1.5 لاکھ صحت ذیلی مراکز اور پرائمری صحت مراکز کو صحت اور معالجہ مراکز میں تبدیل کیا جائے گا۔ پرائمری سطح پر جامع صحت خدمات کے تحت صحت کی مسلسل نگہداشت کے طریقہ کار کے ذریعے کمیونٹی کی سطح پر حفظان صحت کی امتناعی خدمات اور صحت کو فروغ دینا شامل ہیں۔ صحت اور معالجہ مراکز) اے بی-ایچ ڈبلیوسی (امتناعی، فروغ دینے والے، علاج اور بازآبادکاری خدمات کے پیکیج کی ڈیلیوری کی فراہمی کا کام انجام دیں گے۔ (یواین آئی)

ماروتی کو مارکیٹ سے واپس منگوانی پڑی 63 ہزار سے زائد کاریں

مشہور آٹو موبائل کمپنی ماروتی سوزوکی انڈیا کی جانب سے ایک انتہائی اہم خبر موصول ہو رہی ہے۔ میڈیا ذرائع کے مطابق ماروتی سوزوکی انڈیا نے 63 ہزار سے زیادہ کاروں کو مارکیٹ سے واپس منگوالیا۔ ماروتی کی جانب سے دی گئی جانکاری کے مطابق یہ قدم حفاظتی نقطہ نظر سے اٹھایا گیا ہے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ سیاز، اریٹیگا اور ایکس ایل 6 کے 63493 یونٹ کو ریکال کیا گیا ہے، یعنی مارکیٹ سے واپس منگوایا گیا ہے۔ ماروتی سوزوکی انڈیا نے میڈیا کو یہ جانکاری دی ہے کہ موٹر جنریٹر یونٹ میں خرابی کی وجہ سے بڑی تعداد میں کاروں کو مارکیٹ سے واپس منگوانے کا فیصلہ لیا گیا۔ ماروتی اب ان کاروں کے ماڈل کی جانچ کرے گی۔ اس کے لیے گاہکوں سے کوئی چارج بھی نہیں لیا جائے گا۔ اس خبر کے درمیان ماروتی کے شیئر میں تقریباً 2 فیصد تک کی گراوٹ درج کی گئی ہے۔ (قومی آواز)

طب وسائنس

دودھ کی غذائی اورطبی افادیت

شمیم ارشاد اعظمی

دودھ مبدأفیاض کی طرف سے انسان کے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔ یہ ایک سفید سیال ہے جوقدر شیریں ہوتا ہے۔دودھ میں غذائی اجزاء کے ساتھ ساتھ دوائیت کا عنصر بھی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دودھ جہاں ایک طرف جسم انسانی کے لئے تغذیہ فراہم کرکے اسکی نشو ونما میں اہم رول ادا کرتا ہے وہیں یہ اپنے اندر دوائی تاثیر بھی رکھتا ہے جس کی مدد سے یہ مختلف اقسام کے امراض سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دودھ) شیر مادر(بچوں کے لیے فطری اور سب سے زیادہ مناسب غذا ہے۔وہ بچے جو دودھ پینے کے عادی ہوتے ہیں ان کی ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں کیونکہ دودھ کے اندر کیلشیم کا عنصر پایا جاتا ہے جو ہڈیوں کومضبوط رکھتا ہے۔اس کے علاوہ اس میں بھاری مقدار میں پروٹین، شکری مادے پائے جاتے ہیں۔جوجسم کی نشو ونما میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ دودھ کے اندر، رقت، مائیت اورافادیت مختلف قسم کے جانور، عمر، ماحول و علاقہ، صحت اور چراگاہ پر منحصر ہے۔وہ جانور جو جوان اور صحتمند ہوتے ہیں ان کا دودھ عمدہ ہوتا ہے۔ بہار کے موسم کا دودھ گرمی کے موسم کے بالمقابل میں پتلا ہوتا ہے۔اسی طرح وہ جانور جو ہری بھری چراگاہوں میں چرتے ہیں ان کا دودھ مرطوب ہوتا ہے اور جو جانور پہاڑوں میں چرنے والے ہیں ان کا دودھ گرم خشک ہوتا ہے۔دودھ تین جوہر سے مرکب ہوتا ہے۔ اول جبنیت) پنیر(، دوسری مائیت) پانی(اور تیسری چیز زبدیت) مکھن(ہے۔ جب ان چیزوں کو دودھ سے علاحدہ کرلیا جاتا ہے تو ان کے افعال و خواص دوائی وغذائی بھی الگ الگ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ دودھ استحالہ کے اعتبار سے بہت جلد تغیر پذیر ہوتا ہے یعنی جب اس کے اندر ہوا اور ماحول کی حرارت پہونچتی ہے تو اس کی کیفیت اصل کیفیت سے ہٹ جاتی ہے۔اسلئے اطباء کا کہنا ہے کہ ددھ نکالنے کے فورا بعد ہی استعمال کیا جائے۔جس دودھ میں مائیت زیادہ ہوگی وہ کم نقصان کرتا ہے۔کیونکہ یہ جلد ہضم ہوجاتا ہے۔سب سے عمدہ دودھ عورت کا ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔اس لئے بچوں کہ یہ سب سے عمدہ غذا ہے۔

مزاج: دودھ مزاج کے اعتبار سے حرارت اور برودت میں معتدل اور رطب ہوتا ہے۔

اقسام و خصوصیات: ☆مختلف جانوروں کا دودھ خصوصیات کے لحاظ سے جدا جدا ہوتا ہے۔☆ سفید جانور کا دودھ قوت کے اعتبار سے ضعیف ہوتا ہے کیونکہ سفید جانور خود ضعیف ہوتا ہے۔☆ کمسن جانوروں کو دودھ زیادہ مرطوب ہے اور بوڑھے جانوروں کا دودھ خشک ہے۔☆ اونٹنی کا دودھ سب سے زیادہ مرطوب ہے اور چکنائی میں سب سے کم ہے۔ یہ ایسے حیض کو جاری کرتا ہے جو حرارت اور خشکی کے باعث رک گیا ہو۔اس کے پینے سے رحم کے اورام کھل جاتے ہیں۔

☆ بکری کا دودھ رقت اور غلظت کے اعتبار سے معتدل ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو لوگ گائے کا دودھ ہضم نہیں کر پاتے ہیں وہ بآسانی بکری کا دودھ ہضم کرلیتے ہیں۔ یہ بدن کی شادابی، خارش اور جذام میں موافق ومفید ہے۔نیز یہ نفث الدم اور پھیپھڑے کے زخم میں فائدہ دیتا ہے۔

☆ بکری کا دودھ گائے کے دودھ سے کم مسہل ہے اور ہر حال میں اس کی منفعت معتدل ہے۔ یہ غذائیت زیادہ ہوتی ہے اور تمام دودھ میں کم نقصان دہ ہے۔☆ بھیڑ کا دودھ گاڑھا، میٹھا اور چکنا ہوتا ہے۔ یہ کھانسی، دمہ کے لئے مفید ہے اور دماغ اور نخاع میں صحتمند افزائش کرتا ہے۔☆ گائے کا دودھ سب سے بہتر اور عمدہ ہوتا ہے۔ یہ مقوی اور جسم کو تغذیہ فراہم کرتا ہے۔اس کے استعمال سے بڑھاپا دیر سے آتا ہے۔اس کے علاوہ سل و دق، نقرس اور پرانے بخاروں میں مفید ہے۔ نیز گائے کی چھاچھ سل کے لئے مفید ہے۔

افعال و خواص: ☆ دودھ خشک مزاج والوں کے لئے عمدہ غذا ہے۔ کیونکہ یہ ان میں رطوبت اور شادابی پیدا کرتا ہے۔☆ دودھ مرطب ہونے کی وجہ سے سل ودق، خشک کھانسی اور پیشاب کی جلن میں مفید ہے۔☆ دودھ دماغ کی خشکی کو دور کرتا ہے اور نیند لاتا ہے۔☆ امراض قلب، غم ووسواس اور وحشت کو دور کرتا ہے۔☆ پیشاب آور ہے اس لئے اس کا استعمال پیشاب کی جلن میں مفید ہے۔☆ باہ کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔☆ دودھ کا پینا منھ سے خون، کھانسی، سل اور پھیپھڑے کے زخم، مثانے کے زخم اور خناق میں مفید ہے۔☆ یہ حلق، تالو، کوؤں کے ورم میں مفید ہے۔ اگر اس میں مغز املتاس شامل کر کے غرغرہ کریں تو زیادہ مفید ہے۔

☆ تمام اقسام کے دودھ آشوب چشم) آنکھ سرخ ہونا ودکھنا(میں مفید ہے۔

☆ اگر دودھ کے ساتھ روغن گلاب اور تھوڑی انڈے کی سفیدی کا اضافہ کر لیں اور پپوٹوں پر لگائیں تو ورم اجفان میں مفید ہے۔☆ دودھ ملین شکم اور مقوی جسم ہے۔☆ عمدہ دودھ صالح خون پیدا کرنے میں سب سے اچھی غذا ہے۔☆ یہ قروح معدہ، بواسیر اور ورم انثیین میں مفید ہے۔☆ دودھ سوداوی امراض میں ایک بہترین غذا ہے۔☆ دودھ بدن کو فربہ کرتا ہے نیز جلد کو نکھارتا ہے۔☆ دودھ امراض یابسہ جیسے کھجلی، قوبا اور جذام میں مفید ہے۔☆ دودھ نسیان کو ختم کرتا ہے اور یادداشت کو بڑھاتا ہے۔

☆ دودھ بدن کی رطوبت اصلیہ) باڈی فلوئیڈ(کی حفاظت کرتا ہے۔☆ دودھ تکان کو دور کرتا ہے۔

طریقہ استعمال: ☆ دودھ تازہ پیا جائے۔وہ اشخاص جو دودھ ہضم نہیں کر پارہے ہیں تھوڑی مقدار میں شہد ملالیں تو وہ قابل ہضم ہو جائے گا۔بہتر یہ کہ جس جانور کا دودھ ہضم نہیں ہو رہا ہے اس کا استعمال ہی ترک کردیا جائے اور اس کی جگہ دوسرے جانور کا دودھ استعمال کیا جائے۔☆ صبح وشام کبھی بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے استعمال کے بعد کوئی دوسری چیز کھانے سے احتراز کیا جائے تاوقتیکہ دودھ ہضم ہو کر معدہ سے نیچے اتر جائے۔☆ ایک گلاس دودھ روزآنہ کافی ہے۔

پرہیز: ☆ دودھ گرم مزاج اور گرم ملکوں والے باشندے، یا جن کی تلی اور جگر میں خرابی ہو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔☆ تاریکی چشم، گنجے پن اور کچی ڈکار کی صورت میں دودھ کا استعمال نہ کیا جائے۔☆ دودھ دردسر، بخار، پیاس اور صفراویت کے غلبہ کی صورت میں دودھ نقصان دہ ہے۔اسی طرح دودھ ضعف معدہ والے اشخاص کے لئے ضرررساں ہے۔☆ دودھ کے ساتھ ترشی، مچھلی، مولی، پیاز، پان، سپاری اور نمکین اشیاء کا استعمال نہ کریں۔

جدید تحقیقات: عام طور سے دودھ میں پروٹین، کاربو ہائیڈریٹ (شکری مادے)، فاسفورس، رائبوفلوون (Vit.B 12)، کیلشیم، پوٹیشیم، آیوڈین، میگنیشیم، تھیامین، وٹامن (A,D,K) اچھی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ عناصر ہیں جو ہمارے جسم کی نشو ونما اور اس کی بقاو تحفظ میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بالخصوص کیلشیم اور فاسفورس ہڈیوں کا تحفظ اور انہیں مضبوط کرتے ہیں۔کیلشیم خلیات قولون کو ان کیمیائی مادے سے محفوظ رکھتا ہے جو کینسر کا باعث ہوتے ہیں نیز یہ شقیقہ (Migraine) میں مفید ہے۔ پوٹیشیم بلڈ پریسر اور قلب کے افعال کو نارمل رکھتا ہے۔ دودھ امراض قلب جیسے عروقی ہائپر ٹینشن اور کورونری ہرٹ کی بیماریوں میں تحفظ فراہم کرتا ہے اور یہ موٹاپا کی وجہ سے پیدا ہونے والے ذیابطیس سے بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔میڈیکل تحقیقات بتاتی ہے کہ دودھ میں پایا جانے والا acidlinoleicConjugated((CLA جلدی کینسر اور پستان کے کینسر کو ختم کرتا ہے اور کولسٹرول لیول کو کم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

مفتی اعظم پنجاب کا انتقال دین اور ملت کا بڑا خسارہ: حضرت امیر شریعت مدظلہ

ہندوستان کے جید عالم دین، مفتی اعظم پنجاب حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمان ہلال عثمانی کا طویل علالت کے بعد ۵/دسمبر کی صبح انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ان کے انتقال پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمان ہلال عثمانی نے دین کی مختلف جہتوں سے بڑی خدمت کی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے سرگرم رکن تھے، بورڈ کے پلیٹ فارم سے بھی ان کی یادگار خدمت ہے، بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ میں ان کا بہت اہم تعاون رہا ہے، انکی تصنیف کردہ کئی کتابیں اصلاحی موضوع پر بورڈ سے شائع ہوئیں اور مقبول ہوئیں، اللہ نے زبان وبیان کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، آسان زبان میں ان کی بہت موٴثر تحریریں موجود ہیں، جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ جامعہ رحمانی، خانقاہ رحمانی، امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی اور مجھ سے ان کے گہرے اور مخلصانہ مراسم تھے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے سترہویں اجلاس خانقاہ رحمانی کے موقعہ پر وہ مونگیر بھی تشریف لائے تھے، ان کی علمی، قلمی اور دینی خدمات برسوں یادرہیں گی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، تمام متعلقین کو صبر جمیل دے، اور ملت کو نعم البدل عطاء فرمائے۔جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں ان کے انتقال کی خبر سے ماحول سوگوار ہوگیا، طلبہ، اساتذہ، منتظمین، کارکنان اور خانقاہ رحمانی کے واردین وصادرین نے اہتمام کے ساتھ ان کے لیے ختم قرآن اور ایصال ثواب کیا۔

ملک بھر میں 2024 سے قبل این آر سی نافذ ہوگا: امیت شاہ

جھارکھنڈ کے چکردھرپور میں گذشتہ ۲/دسمبر کو بی جے پی کے قومی صدر اور مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے کہا کہ اگلے بار جب میں 2024 میں آپ سے ووٹ مانگنے آؤں گا تو اس سے قبل ملک میں این آر سی نافذ کر کے دراندازوں کو چن چن کر نکالنے کا کام بی جے پی کر چکے گی، وزیر داخلہ امت شاہ یہاں پارٹی کے ریاستی صدر اور بی جے پی امیدوار لکشمن گلوا کے حمایت میں انتخابی تشہیر کے لئے پہنچے تھے، امت شاہ نے رام مندر کولیکر کانگریس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس نہیں چاہتی تھی کہ ایودھیا میں رام مندر کی تعمیر ہو، میں چیلنج کرنا ہوں کہ ۵۵/سال کی حکومت اور ہمارے ۵/سال کی حکومت کا حساب لے کر میدان میں آجاؤ، جھارکھنڈ کے عوام نے گزشتہ ۱۸/سالوں میں الگ الگ پارٹیوں کی کئی حکومتیں دیکھی، لیکن یہاں کی عوام نے ترقی نہیں دیکھا، کیونکہ کوئی بھی حکومت مکمل اکثریت سے اقتدار میں نہیں آئی تھی، ۲۰۱۴ء میں مکمل اکثریت سے بی جے پی نے رگھوورداس کو وزیر اعلیٰ بنایا اور اس کے بعد مسلسل جھارکھنڈ ترقی کی راہ پر آگے بڑھ رہا ہے، انہوں نے کہا کہ جب آپ ووٹ دیں تو یہ مت سوچیں کہ کس رکن اسمبلی، وزیر، یا وزیر اعلیٰ کے لئے ووٹ دینا ہے، آپ کا ووٹ جھارکھنڈ کے ترقی کے راستے پر لے جائے گا، جے ایم ایم پر حملہ کرتے ہوئے امت شاہ نے کہا کہ میں ہیمنت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب گروجی اور بی جے پی الگ ریاست کے لئے تحریک کررہی تھی، تب جھارکھنڈ کے نوجوانوں پر گولیاں اور ڈنڈے کون برساتا تھا، کانگریس پارٹی یہ سب کرتی تھی اور آج اقتدار کے لالچ میں ہیمنت سورین کانگریس کے گود میں بیٹھ گئے اور ووٹ مانگنے نکل گیے۔

مفت طبی جانچ کیمپ

ہرسال امارت شرعیہ کے مولانا سجاد میموریل اسپتال کے زیراہتمام مفت طبی کیمپ لگایا جاتا ہے اس سال بھی مولانا سجاد میموریل اسپتال اور ملت سوسائٹی آف انڈیا کے مشترکہ تعاون سے مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے ایما پر یکم/دسمبر کو جہان آباد کے پی جی روڈ عیدگاہ میدان میں مفت ہیلتھ چیک اپ کیمپ لگایا گیا جس میں ڈاکٹر کے راجن کمار، ڈاکٹر مہیت کمار، ڈاکٹر محمد نوشاد، ڈاکٹر ایس جی ایم اشرفی، ڈاکٹر نکھل، ڈاکٹر سبودھ، ڈاکٹر اقبال حسین، ڈاکٹر انیشکا، ڈاکٹر ادھیت نندن، ڈاکٹر دیپک سنگھ نے مختلف امراض کے شکار لوگوں کا بھی معائنہ کیا، جہاں جانچ کے بعد مفت ضروری دوائیاں فراہم کی گئیں، جس سے لوگوں نے بڑی حد تک اطمینان وراحت کی سانس لی، اب دوسرا مفت طبی کیمپ نیمارنگ، اڈسار، جموئی اور پھوریا رانچی میں لگایا جائے گا، تاکہ ان علاقوں کے لوگوں کو بھی استفادہ کا موقع مل سکے، یہ خدمت کا ایک بڑا ذریعہ ہے، جس سے بیماریوں کے علاج کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں کو بھی جوڑنے مین معاون ومددگار ثابت ہوتا ہے۔

صفحہ اول کا بقیہ

قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ

مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ لکھتے ہیں۔ ’’حقیقت یہ ہے کہ مولانا علیہ الرحمۃ کا دورہ اورا کابر علماء سے ملاقاتیں بہت کامیاب اور مؤثر ثابت ہوئیں۔‘‘ (دینی جدو جہد کا روشن باب صفحہ ۵۰)

حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ علماء اور اکابر سے ملاقات کے بعد خاموش نہیں بیٹھے، بلکہ انہوں نے ان ملاقاتوں میں اکابر علماء ومشائخ نے جن شکوک وشبہات کا اظہار کیا تھا، مثبت انداز میں ایک مفصل خط ان امور پر مشتمل علماء، مشائخ اور ارباب فکر ونظر کی خدمت میں ارسال کیا، یہ خط تاریخ امارت میں صفحہ ۶۱ تا ۷۱ پھیلا ہوا ہے، اس خط میں حضرت مولانا محمد سجادؒ نے پہلے امارت کی ضرورت اور اس کے وجوب پر روشنی ڈالی ہے، پھر لکھا ہے کہ فروعی اختلافات ہر زمانہ میں رہے ہیں، لیکن اس کی وجہ سے کبھی فرض ساقط نہیں ہوتے، مولانا نے اس خط میں امیر شریعت کے اختیارات وحدود بھی ذکر کیے ہیں، اور صاف لکھ دیا ہے کہ امیر شریعت کو فروعی مختلف فیہ مسائل کے اجراء وتنفیذ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، جو اجتماعی زندگی کے لیے ضروری نہیں ہیں، یہ خط مولانا کی دینی بصیرت اور کام کی عملی شکل کا بہترین موقع ہے، اس خط کا اسلوب منطقی بھی ہے اور دلائل سے مزین بھی۔

یہ خط جب حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے پاس پہونچا تو آپ نے مولانا محمد سجادؒ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور جواب میں لکھوایا کہ ’’آپ کی حمیت اسلامی اور علو ہمتی اور دینی مستعدی سے نہایت مسرت ہوئی، آپ کی باتیں تو طبیعت کو ایسی بھاتی ہیں کہ جس سے دل بے چین ہو گیا، مگر میری حالت نے ایسا مجبور کر رکھا ہے کہ اب میں کسی کام کا نہیں ہوں، جنون کی سی کیفیت ہے، اب بجز اس کے کہ قلب میں اس حالت کو دیکھ کر درد اور بے قراری ہو اور کچھ نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے۔‘‘ (تاریخ امارت ۸۴)

حضرت مونگیریؒ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اسے حمیت اسلامی اور علو ہمتی قرار دیا، اگر حضرت کی طبیعت درست رہتی اور عوارض جسمانی لاحق نہیں ہوتے تو حضرت قیام امارت شرعیہ کی میٹنگ میں ضرور شریک ہوتے، لیکن دل مسوس کر رہ گیے، کیوں کہ صحت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی، البتہ حضرت نے اس اجلاس میں شرکت کے لیے اپنے نمائندہ کے طور پر اپنے نواسہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کو بھیجا، جیسا کہ انہوں نے مولانا محمد سجادؒ کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا تھا۔

اجلاس وقت مقررہ پر شروع ہوا اور اس کی پہلی نشست دو پہر کے پہلے اختتام پذیر ہوئی، دوسری نشست بعد نماز عصر ہوئی، جس میں علماء مشائخ اور ارباب حل وعقد نے شرکت کیا، یہ مجلس مغرب کی نماز کے وقفہ کے ساتھ رات کے نو بجے تک جاری رہی، اس مجلس میں حقیقت امارت، اتباع سنت اور امارت سے متعلق دیگر امور پر طویل بحثیں ہوئیں، اس نشست میں ہر مسلک اور خیال کے علماء موجود تھے، مجلس کے اختتام سے قبل حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ کو امیر شریعت اول منتخب کیا گیا، اور نائب امیر شریعت کی ذمہ داری مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کو دی گئی۔

جب یہ خبر عام ہوئی تو ایک بڑا طبقہ مخالفت پر کمربستہ ہو گیا، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں: ’’امارت شرعیہ صوبہ بہار کے لیے حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین پھلواروی قدس سرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، اگرچہ وہاں کے بعض صوفیاء، بعض علماء اور انگریزی داں طبقے نے اپنی ذاتی مصالح کی بنا پر اس کی کافی مخالفت کی۔‘‘ (حیات سجاد صفحہ ۷۶)

ان میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی جو حضرت مونگیریؒ سے بیعت وارشاد کا تعلق رکھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ امیر شریعت حضرت مونگیریؒ کو ہی ہونا چاہیے تھا، اس مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خانقاہ مجیبیہ میں جو رسومات مثل اعراس، فاتحہ، نیاز وغیرہ ہیں، اس میں علماء دیوبند کی رائے مختلف تھی اور اس مسلک سے تعلق رکھنے والے اس بات کو ناپسند کرتے تھے، اس موقع سے حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ امارت شرعیہ کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی غرض سے پوری قوت کے ساتھ سامنے آئے اور انہوں نے ایک خط اپنے معتقدین اور متوسلین کو لکھا، اس خط کی وجہ سے امارت شرعیہ کی تحریک کو غیر معمولی تقویت پہونچی، دل ودماغ روشن ہو گیے اور انتخاب امیر کے بعد مختلف عنوانات سے جو فتنہ کھڑا ہوا تھا اور اندیشہ تھا کہ یہ تحریک برگ وبار لائے بغیر اس مخالفت کی وجہ سے ناکام ہو جائے گی، حضرت مونگیریؒ کے اس خط نے ان تمام فتنوں کا سد باب کر دیا اور بہار کے مسلمان غلط راہ پر لگنے سے بچ گیے، حضرت نے اپنے خط میں لکھا کہ ’’امارت شرعیہ کا خاص مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ سے آگاہ کریں اور اسلام کی عملی زندگی کی روح پھونکیں، اس لیے میری بھی خواہش ہے کہ تمام مسلمان خصوصا ہمارے متوسلین امارت شرعیہ کے مقاصد کی تکمیل میں پوری مستعدی سے حصہ لیں اور اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔‘‘

حضرت کی اس تحریر کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بہت سارے لوگ جو شکوک وشبہات میں مبتلا تھے اور مخالفت کی ڈور تھامے ہوئے تھے، حضرت کی اس تحریر کے نتیجے میں اس حرکت سے باز آگیے، بہت سارے امارت کو ترقی دینے کی مہم میں دل جمعی سے لگ گیے اور کئی نے خاموشی اختیار کر لی، مخالفت کے دور میں خاموش رہنا بھی تحریک کی تقویت کا سبب ہوتا ہے، حضرت کے اس خط نے ایسا ماحول بنا دیا کہ امارت شرعیہ کی تحریک کا گاؤں، دیہاتوں، شہروں اور قصبات میں اثر ونفوذ آسان ہو گیا۔

حضرت مونگیریؒ نے اپنے اسی خط میں لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ نے ان کے کہنے سے ہی امیر شریعت کا عہدہ قبول کیا ہے، سینہ بسینہ چلی آرہی روایت یہ ہے کہ حضرت مونگیریؒ مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ کو امیر شریعت بنانا چاہتے تھے، جبکہ مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ چاہتے تھے کہ حضرت مونگیری اس عہدہ کو قبول کر لیں، صورت حال یہ تھی کہ مولانا سجاد صاحب اس عہدہ کو کسی قیمت پر قبول کرنے کو تیار نہیں تھے، وہ چاہتے تھے کہ دونوں خانقاہوں میں سے کسی کے امیر بن جانے کی وجہ سے خانقاہ کے پورے اثرات پہلے دن سے امارت شرعیہ کو مل جائیں گے، جس سے کام کو پھیلانے میں آسانی ہوگی، مولانا مونگیریؒ کی سوچ یہ تھی کہ مولانا سید شاہ بدر الدین کو امیر شریعت بنانے سے اس ہدف کو تقویت ملے گی کہ ہم لوگ فروعی مسائل میں اختلاف کو اہمیت نہیں دیتے اور کلمۂ واحدہ کی بنیاد پر اتحاد جو امارت شرعیہ کے بنیادی مقاصد میں ہے، اس کے لیے ہم اپنے خیالات وروایات سے الگ لوگوں کو بھی امیر شریعت ماننے کو تیار ہیں، اس کے علاوہ حضرت مونگیریؒ علیل تھے اور کسی تحریک کے لیے جو بھاگ دوڑ ضروری ہوتی ہے، حضرت کے جسمانی عوارض اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، بات ایک دوسرے کے امیر بننے کی چلتی رہی، دوسری طرف سے انکار ہی ہوتا رہا، بالآخر حضرت مونگیریؒ نے یہ کہلا بھیجا کہ مولانا سید شاہ بدر الدین مجھ کو اپنے سے بڑا سمجھتے ہیں، یا چھوٹا، حضرت مولانا بدر الدینؒ نے فرمایا کہ میں ان کو بڑا سمجھتا ہوں، تبھی تو ان کو امیر بنانا چاہتا ہوں، حضرت مونگیریؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ مجھ کو بڑا سمجھتے ہیں تو میرا حکم ہے کہ وہ امیر شریعت کا عہدہ قبول کر لیں، اس طرح حجت تمام ہوگئی اور مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ پہلے امیر شریعت منتخب ہو گیے، اس تفصیل کی تائید حضرت مونگیریؒ کے خط میں لکھے ان جملوں سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے مریدوں کو مولانا سید شاہ بدر الدین قادری کو امیر شریعت مان لینے کے لیے لکھا تھا، مکتوب گرامی کا یہ حصہ اس معاملہ کو واشگاف اور روشن کرنے کے لیے کافی ہے، حضرت لکھتے ہیں: ’’اخیر میں یہ فقیر اپنے خاص محبین سے اتنا اور کہتا ہے کہ اس وقت جو ’’امیر شریعت‘‘ ہیں، انہوں نے میرے ہی کہنے سے اس امارت کو قبول کیا ہے، اب میں تمام محبین سے باصرار ومنت کہتا ہوں کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں، بلکہ اسلام میں اتفاق کی بنیاد قائم کریں، تاکہ صوبہ بہار کا اتفاق تمام ہندوستان کے لیے نظیر ہو جائے، اور اس نازک وقت میں سب مل کر پوری سعی اور توجہ کے ساتھ مخالفین اسلام آریہ وغیرہ جو اسلام کے مٹانے میں نہایت سرگرم ہیں، پوری مستعدی کے ساتھ تحریری اور تقریری ہر ممکن صورت ان کا مقابلہ کریں۔‘‘ (تاریخ امارت ۷۶)

مولانا عبد اللہ عباس ندویؒ نے بھی اپنی تحریر میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے کہ ’’حضرت مونگیریؒ نے اپنی کبر سنی کا عذر کر کے حضرت فیاض المسلمین مولانا سید شاہ بدر الدین کا نام پیش کیا تھا۔‘‘ (مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد- دید وشنید)

بعض دوسرے اشکالات کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد سجادؒ نے لکھا: ’’امیر شریعت کا ہر عمل وخیال تمام فرقہ اسلامیہ کے لیے واجب الاتباع نہیں ہوگا، اگر کسی ذی علم کی تحقیق امیر شریعت کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بنا پر وہ مسئلہ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس بنیاد پر بیعت اتباع ختم ہوگی۔‘‘

ایک دوسرا اشکال یہ بھی تھا کہ ایک آدمی بیک وقت دو دو بزرگ سے کس طرح بیعت ہوگا، اس کا جواب بھی مختلف مجلسوں میں حضرت مونگیریؒ نے یہ دیا کہ بیعت طریقت اور ہے اور بیعت امارت اور، امیر شریعت سے بیعت امارت کرنے سے کسی دوسرے پیر سے کی گئی بیعت طریقت ختم نہیں ہوگی۔

ان تمام تحریروں کا حاصل یہ ہوا کہ عوام تو عوام خواص اور علماء کا طبقہ امارت شرعیہ کی طرف متوجہ ہو گیا، حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی لکھتے ہیں: ’’حضرت مونگیری کے ارشاد گرامی اور حضرت نائب امیر شریعت کے حسن تدبر کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امیر شریعت اول کے انتخاب کے بعد شبہات اور اشکالات کا جو ایک ہنگامہ کھڑا ہوا تھا اور صوبہ کے اندر مخالفت کی جو ایک فضا بندھی تھی وہ ختم ہوگئی اور امارت شرعیہ اسلامی اجتماعی نظام کا نمونہ بن کر سامنے آئی۔‘‘ (دینی جدو جہد کا روشن باب صفحہ ۸۸)

امارت شرعیہ کے قیام کو ابھی سوا تین سال ہی ہوئے تھے کہ امیر شریعت اول مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ کا ۱۶؍صفر ۱۳۴۳ھ کو وصال ہو گیا، یہ بڑا نازک مرحلہ تھا، ابھی تحریک امارت تناور نہیں ہوئی تھی کہ امارت شرعیہ کو امیر شریعت اول کی جدائی کا غم سہنا پڑا۔

دوسرے امیر شریعت کے انتخاب کے لیے ۸، ۹؍ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو پھلواری شریف میں اجلاس منعقد ہوا، اس مجلس کی صدارت حضرت مولانا شاہ محمد علی مونگیریؒ کو کرنی تھی اور یہ ان کا حق بھی تھا، کیوں کہ ان کی مساعی جمیلہ امارت شرعیہ کو مضبوط کرنے میں کسی سے کم نہیں تھیں، حضرت مونگیری اس اہم اجلاس میں ذہنی طور پر شرکت کی خواہش بھی رکھتے تھے، لیکن خواہش کا ساتھ جسم نہیں دے پا رہا تھا، اس لیے اس موقع کے لیے لکھے گیے خطبہ صدارت کے آغاز میں ہی حضرت نے لکھا: ’’مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے متعلق ایک صحیح عذر کروں کہ آپ حضرات نے اس ضعیفی کے وقت میں ایک ایسے اہم امر کی تکلیف دی ہے، جس کا میں کسی طرح متحمل نہیں ہو سکتا، اور اس لیے میں کما حقہ آپ کی قیادت کاملہ سے بالکل معذور ہوں۔‘‘ (مسلمان ایک امت ایک جماعت صفحہ ۳)

حضرت مونگیریؒ اپنی بیماری اور ضعف ونقاہت کی وجہ سے اس اہم اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے، لیکن انہوں نے اس اجلاس کے لیے انتہائی وقیع اور علمی خطبۂ صدارت لکھ کر پھلواری شریف بھجوا دیا، حضرت کی نمائندگی اس اجلاس میں ان کے بڑے صاحب زادہ حضرت مولانا سید شاہ لطف اللہ صاحب رحمانی نے کیا اور یہ وقیع خطبہ مجلس میں پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ نے اس خطبہ کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: ’’امارت شرعیہ کی شرعی ضرورت واہمیت، امیر شریعت کے حقوق وفرائض اور اس سلسلے کے مختلف گوشوں پر کتاب وسنت اور فقہ سے جیسا قیمتی مواد اس خطبہ میں ملتا ہے، کہیں دیکھنے میں نہیں آتا، یہ خطبۂ صدارت آج بھی علماء اور ارباب حل وعقد کے لیے ایک علمی اور دینی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔‘‘ (دینی جدو جہد کا روشن باب ۹۸)

امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدینؒ اس خطبہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’اس خطبہ میں اسلام کے ایک اہم مسئلہ کو جسے عام طور پر لوگوں نے فراموش کر دیا تھا، پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، علماء کی کیا ذمہ داریاں ہیں، مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے انہیں کیا نقصان پہونچ رہا ہے، اسلامی نقطہ نظر سے جماعتی زندگی کی کیا اہمیت ہے، مسلمان ایک جماعت کس طرح بن سکتے ہیں، مسئلہ امارت کا ماخذ کیا ہے، امیر کے تقرر کے بعد مسلمانوں پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے، امیر اپنے احکام مسلمانوں پر نافذ کرنے میں مادی قوت کا محتاج ہے یا امت مسلمہ کی سمع وطاعت کا، یہ وہ اہم مسائل ہیں، جن پر اس خطبہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔‘‘ (مسلمان ایک امت ایک جماعت، پیش لفظ صفحہ ۲)

یہ حضرت کی زندگی کے آخری مہہ وسال تھے، حضرت نے اس خطبہ کے اخیر میں امت مسلمہ کے لیے دعا بھی مانگی اور ایک طرح سے وصیت بھی فرمائی کہ ’’اللہ تعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کے دلوں سے حسد، کینہ، بغض اور دیگر مفاسد کو دور کر دے تاکہ وہ سب مل کر شریعت اسلامیہ کی ڈوری اور حبل اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑیں اور امارت شرعیہ قائم کرتے رہیں، اور اپنی طاقت سے دین کی حفاظت کریں اور جس قدر بے دین اسلام کو تباہ کر رہے ہیں، ان کے شر سے اسلام کو محفوظ رکھیں۔‘‘ (مسلمان ایک امت ایک جماعت)

امارت شرعیہ کی تحریک کو مضبوط کرنے کے سلسلہ میں حضرت مونگیریؒ کی یہ آخری تحریر ہے، اس کے بعد حضرت اپنی علالت طبع کے باعث عملی جدو جہد کے لائق نہیں رہے، اور بالآخر امارت شرعیہ کے کاموں کو آگے بڑھانے میں دن رات سوچنے والی یہ عظیم شخصیت نے ستمبر ۱۹۲۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا، اور لاکھوں مریدین، متوسلین اور معتقدین ان کے ظاہری فیض سے محروم ہو گیے، امارت شرعیہ کا درخت گو تناور بننے لگا تھا، لیکن ابھی اس تحریک کو حضرت کی مزید ضرورت تھی، لیکن اللہ کے فیصلوں کی اپنی حکمت ہوتی ہے اور ہم سب کو راضی برضاء الٰہی رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے ہمیں خاموش رہنا ہے، لیکن امارت شرعیہ کی تحریک کو پروان چڑھانے کے لیے حضرت کی آہ سحر گاہی اور دعاء نیم شبی نے اپنے اثرات دکھائے، چوتھے امیر شریعت کی حیثیت سے حضرت مونگیریؒ کے نامور صاحب زادہ حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ نے جن کی خدمات امارت شرعیہ کو پہلے سے حاصل تھی، اس تحریک کو بام عروج پر پہونچا دیا اور اب حضرت مونگیریؒ کے پوتا مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم امارت شرعیہ کو ترقی دینے کے لیے شب وروز سرگرداں ہیں، جس کے بڑے مفید اور مثبت اثرات سامنے آرہے ہیں، گویا تحریک امارت کے فروغ میں حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی تین نسلوں کی وقیع خدمات ہیں، جن کے ذکر کے بغیر تحریک امارت شرعیہ کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

بابری مسجد: مسلم پرسنل لاء بورڈ کی نظر ثانی عرضی داخل

ایودھیا تنازعہ میں سپریم کورٹ کے گزشتہ ۹؍نومبر کے فیصلے کے خلاف جمعہ کے روز ۵؍نظر ثانی کی عرضیاں دائر کی گئیں۔ دائر کی گئی عرضیوں میں ایک آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جانب سے دائر کی گئی ہے۔نظر ثانی کی دیگر عرضیاں محمد مصباح الدین، مولانا حسب اللہ، حاجی محبوب اور رضوان احمد کی طرف سے دائر کی گئی ہیں۔مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جانب سے دائر کی گئی عرضی کے حوالہ سے جاری کئے گئے ایک پریس بیان میں کہا گیا کہ اگر ان درخواستوں کو اوپن کورٹ میں سماعت کے لئے منظور کیا جاتا ہے تو مسلم فریق کی طرف سے سینئر ایڈووکیٹ راجیودھون ہی جرح کریں گے۔مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے نظر ثانی کی ان درخواستوں کے وقت مقررہ پر داخل ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اطمینان کا اظہار کیا، انہوں نے محترم ڈاکٹر راجیودھون و دیگر سینئر وکلا اور ایڈووکیٹ آن ریکارڈز کا بھی شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے نظر ثانی کی ان درخواستوں کو تیار کیا، مولانا نے توقع ظاہر کی کہ عدالت عظمیٰ ان درخواستوں کو قبول کر کے ان میں موجود اہم نکات پر از سرنو بحث کا آغاز کرے گی۔سپریم کورٹ میں ایک نظر ثانی کی عرضی پیس پارٹی نے داخل کی ہے۔جمعہ کے روز دائر ہوئیں پانچ عرضیوں کے ساتھ ہی ایودھیا کے بابری مسجد-رام جنم بھومی زمین تنازعہ میں عدالت کے فیصلے کے خلاف اب تک کل چھ نظر ثانی کی عرضیاں دائر کی جا چکی ہیں۔سب سے پہلے جمعیۃ علماء ہند نے عرضی دائر کی تھی۔دریں اثنا، آل انڈیا ہندو مہاسبھا نے بھی ایودھیا معاملے میں پانچ رکنی آئینی بنچ کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی درخواست دائر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔مہاسبھا اپنی عرضی میں سنی وقف بورڈ کو پانچ ایکڑ زمین دیے جانے کی مخالفت کرے گی۔

امارت شرعیہ کے رکن شوریٰ ماسٹر عبدالجبار کا انتقال

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جا رہی ہے کہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے رکن شوریٰ، ضلع سوپول کی معروف ومقبول شخصیت الحاج ماسٹر عبدالجبار صاحب کا پٹنہ کے میداز ہاسپٹل میں مورخہ ۴؍دسمبر ۲۰۱۹ء روز بدھ کو شام چھ بج کر پندرہ منٹ پر انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا محمد ابو الکلام شمسی صاحب کے بڑے بھائی تھے، تقریبا دس دنوں سے میداز اسپتال میں آئی سی یو میں تھے، انہیں برین ہیمریج ہوگیا تھا، علاج کی ہر ممکن کوشش ہوئی لیکن افاقہ نہیں ہوا، تا آنکہ بارگاہ ایزدی سے بلاوا آگیا اور جان جان آفریں کے سپرد کردیں، جنازہ کی نماز ۵؍دسمبر ۲۰۱۹ء روز جمعرات کو آبائی وطن ڈپرکھا تروینی گنج ضلع سوپول جامعہ اسلامیہ سراج العلوم کے احاطہ میں دوپہر ۲؍بج کر ۳۰؍منٹ پر امارت شرعیہ کے مفتی جناب مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی نے پڑھائی اور وہیں مسجد کے سامنے سپرد خاک کیے گئے۔چند سال قبل ہی ان کی اہلیہ بھی کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر جنت نشیں ہو چکی تھی۔ماسٹر صاحب کی عمر ستر سال تھی، آپ ساری زندگی تعلیم وتدریس سے جڑے رہے، عصری تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود آپ پر دینی مزاج غالب تھا، امارت شرعیہ پھلواری شریف، خانقاہ رحمانی مونگیر، مدرسہ دینیہ دین بندھی کے علاوہ درجنوں دینی وملی اداروں سے وابستہ تھے، آپ نے خود ایک مدرسہ، مدرسہ سراج العلوم کے نام سے اپنے گاؤں ڈپرکھا میں قائم کر رکھا تھا، مدرسہ دینیہ دین بندھی میں آپ نے تقریبا چودہ برس تدریسی خدمت انجام دی، اس کے بعد ہائی اسکول تروینی گنج میں مدرس ہوئے اور صدر مدرس کے عہدے سے رٹائر ہوئے، آپ بہت ہی خلیق ملنسار انسانیت نواز اور دین وملت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے تھے، علاقہ میں آپ کو عوام وخواص کے بیچ زبردست مقبولیت حاصل تھی۔رٹائرمنٹ کے بعد آپ نے ۲۰۱۵ء میں اہلیہ کے ساتھ حج وزیارت حرمین کا فریضہ ادا کیا تھا، اس کے بعد مستقل گھر پر قیام کرنے لگے، اور فلاحی ورفاحی کاموں میں مشغول ہوگیے، رفاہی کاموں کے لیے آپ نے خیر امت فاؤنڈیشن کی بنیاد ڈالی جس کے آپ تادم آخر چیرمین رہے۔آپ بڑے علماء نواز اور مہمان نواز تھے، اکابر سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھے، حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم سے بھی بڑی عقیدت رکھتے تھے، آپ کے انتقال سے پورا علاقہ سوپول، دین بندھی، تروینی گنج سوگوار ہے۔جنازہ میں ضلع سہرسہ، مدھے پورہ، سوپول، مدھوبنی، دربھنگہ، اررییہ پورنیہ اور کشن گنج کے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی اور پرنم آنکھوں سے سپرد خاک کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سیتامڑھی میں دارالقضاء امارت شرعیہ کیلئے زمین کی رجسٹری

شریعت اسلامی میں دارالقضاء کی اہمیت سے کون واقف نہیں ہے، بالخصوص امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے نظام دارالقضاء کا جو تصور پیش کیا اس سے اس وقت نہ صرف ہمارا ملک ہندوستان بلکہ درجنوں اسلامی ممالک خاطر خواہ مستفیض ہو رہے ہیں، اور امت کے ہزاروں عائلی وخاندانی تنازعات شریعت وسنت کی روشنی میں حل ہو رہے ہیں، ان خیالات کا اظہار جامعۃ المومنات رامپور کے بانی وناظم مولانا عبیداللہ قاسمی ومولانا محمد اشتیاق عالم تسلیمی ناظم وبانی دارالعلوم کپرول نے مشترکہ پریس بیان میں کیا، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اور امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا محمد انوار اللہ صاحب فلک قاسمی نے کہا کہ الحمدللہ امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کی خصوصی فکر وقائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی اور مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی کی کاوشوں کے نتیجہ میں مدرسہ رحمانیہ مہسول سے قریب ایک ڈیڑھ کٹھہ کی قطعۂ اراضی محترم جناب ڈاکٹر ساجد علی خان صاحب محترم جناب قاری ایاز صاحب مہسول، حاجی مختار صاحب وسمیع صاحب کے متوجہ کرنے پر محترم جناب عبداللہ رحمانی صاحب نے سیتامڑھی شہر دارالقضاء کے لیے دی ہے، جس کی موجودہ قیمت تقریباً ۲۳؍لاکھ روپے ہے، اور اس کی رجسٹری آج امارت شرعیہ کے نام سے ہوگئی ہے، اس موقعہ پر ہم حضرت امیر شریعت اور ان کے رفقاء کار ومحترم جناب عبداللہ رحمانی صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور جمیع اہالیان سیتامڑھی شہر واطراف واکناف وزندہ دلان مہسول کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالے تمام حضرات کی کاوشوں کو قبول فرما کر اپنی شان کے مطابق بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور آئندہ کے تمام مراحل کو آسان فرمائے۔

بقیہ گرداب فنا............ ڈاکٹر ثوبان فاروقی کی غزلوں کی بات کریں تو ہمیں اسے دو، دور میں تقسیم کرنا ہوگا، پہلے دور کی شاعری جسے ڈاکٹر صاحب نے اس مجموعہ میں آخر میں رکھا ہے اور جسے اپنی بعد کی شاعری سے بالکل الگ خیال کیا ہے، یہ دور طالب علمی کی غزلیں ہیں، ان غزلوں میں وہ داغ اسکول سے متاثر نظر آتے ہیں، داغ اسکول کو اقبال نے ایک نیا رنگ وآہنگ بخشا، لیکن خود داغ کے یہاں غزل اپنے حقیقی معنی میں ہی مستعمل تھی، یعنی محبوبہ سے باتیں کرنا، ان کے سروپا، کاکل وگیسو، نازوادا اور شکوہ ہجر وفراق غزل کا خاص موضوع تھا، دور طالب علمی کی غزلوں میں ڈاکٹر ثوبان فاروقی کے یہاں یہی رنگ غالب ہے، یہ کل تیرہ غزلیں ہیں، جوان کے پہلے دور کی نمائندہ غزلیں کہی جاسکتی ہیں،

دوسرے دور کی جن غزلوں کو اس مجموعہ میں شامل کیا گیا ہے ان کی تعداد پورے سو ہے، یہ وہ دور ہے جس میں ثوبان فاروقی کی فکر میں پختگی آگئی تھی، اور فنی اعتبار سے بھی ان کی شاعری نکھر چکی تھی، اس دور کی شاعری میں زندگی کی تلخیاں اور حقائق حیات کی فراوانی ہے، اب دور کاکل وگیسو کا نہیں ہے۔

ڈاکٹر ثوبان فاروقی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی ادبی زندگی کے کسی دور میں بھی کسی ادبی تحریک سے وابستہ نہیں رہے، انہوں نے ترقی پسندی، جدیدیت مابعد جدیدیت جیسے نعروں سے اپنے کو دور کھا، ان کے خیال میں ان میں تحریک کم اور پروپیگنڈہ زیادہ تھا، اور ثوبان فاروقی کے مزاج میں پروپیگنڈہ داخل نہیں تھا، اس لیے انہوں نے غزل میں پروپیگنڈہ کے بجائے زندگی کے صالح اقدار، مشکلات، پریشانیاں، اور ان سے نکلنے کے اطوار وطریقے کو اپنے اشعار کا موضوع بنایا، ان مسلمات کو اشعار میں ڈھالا جنہیں انگریزی میں ''یونیورسل ٹروتھ'' کہا جاتا ہے، آپ اسے عالمی سچائی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

مجموعہ میں میر کے رنگ میں سات غزلیں ہیں، جن پر الگ سے نمبر ڈالا گیا ہے، ان غزلوں میں دو میں انہیں نے ''اوپر'' کو اُپر باندھا ہے، یعنی بغیر واؤ کے، بغیر واؤ کے بھی اوپر کے معنی وہی ہیں جو واؤ کے ساتھ ہیں، لیکن اگر کہیں میر نے استعمال کیا ہے تو اسے غیر مستعمل کہنا زیادتی ہوگی، ہوسکتا ہے ان کے دور میں یہ فصیح سمجھا جاتا رہا ہو، لیکن ان دنوں بالکل غیر فصیح ہے، بعد کے لوگوں نے اردو املا نویسی کے جو رموز بیان کیے ہیں، اس میں صوت کو اصل مانا ہے اور صوت کے اعتبار سے بھی اوپر واؤ کے ساتھ ہی لکھا جانا چاہیے، ثوبان فاروقی صاحب کو بھی اس کا احساس ہے کہ یہ اُپر بغیر واو کے باندھنا غلط ہے، اور صرف میر کی آڑ لے کر اس قدامت کو فروغ نہیں دیا جاسکتا، لکھتے ہیں

لے آڑ میر کی نہ قدامت کو فروغ
اوپر کے رہتے تو نے ہے باندھا غلط اُپر

مختصر یہ کہ ثوبان فاروقی کی غزلوں میں زندگی دوڑتی، چلتی، اچھلتی کودتی نظر آتی ہے اور جب شاعری میں زندگی بولنے لگے تو فن بھی زندہ رہتا ہے اور فنکار بھی۔

کتاب اچھی اور خوبصورت چھپی ہے، ہارڈ بائنڈنگ اور مجلد سرورق کے ساتھ سادگی کا یہ نمونہ ہے، گرداب کے معنی بھنور کے آتے ہیں، اور بھنور پانی میں ہوا کرتا ہے، آگ میں نہیں، ٹائٹل پیج پر جو آرٹ ہے اس سے کسی آتش فشاں کا گمان ہوتا ہے، آرٹسٹ نے جو بھی سوچ کر بنایا ہو؛ لیکن نام اور آرٹ میں مطابقت نہیں پائی جاتی ہے۔

بہت صاف ستھری طباعت کے باوجود اغلاط پروف ریڈر کی نظر سے بچنے میں کامیاب ہوگیے ہیں، فہرست میں دور طالب علمی کی پہلی غزل ''چھین لی ان گل رخوں سے ساری لالی'' پھول کی کو ۱۸۵ پر دکھایا ہے، حالاں کہ یہ غزل ۱۷۵ پر درج ہے۔صفحہ ۱۷۷ پر مطلع کے پہلے مصرعہ سے واؤ غائب ہونے کی وجہ سے مصرع بحر سے باہر ہوگیا ہے۔ اغلاط اور بھی ہیں، مقصود فہرست سازی نہیں، صرف ہلکا سا اشارہ ہے۔جاوید تمنا نے کتاب کی کمپوزنگ کی ہے، دو سو روپے دے کر ادبی سرکل فاروقی ہاؤس انور پور سے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بقیہ زیادتی کی خواہش نے غافل کر دیا............ خدا کی بنائی ہوئی اس کائنات کا مزاج یہ ہے کہ وہ نفع بخش چیز کو باقی رکھتی ہے اور غیر نفع بخش چیز کو نیست ونابود کر دیتی ہے، ''سیلابی پانی کے اوپر کا جھاگ سوکھ کر ختم ہوجاتا ہے اور لوگوں کے لئے جو چیز نفع بخش ہے وہ دنیا میں باقی رہتی ہے''۔(سورہ رعد آیت ۱۷)

آج خالق کائنات کے ہر پرستار، امت محمدیہ کے ہر فرد اور محسن انسانیت کے ہر شیدائی کے لئے لمحہ فکریہ ہے! کیا ہمیں اپنا مقصد تخلیق یاد ہے؟ اپنا فرض منصبی ذہن نشین ہے؟ کیا ہمارا وجود تمام انسانوں کے لئے نفع بخش ہے؟ اچھی طرح یاد رکھئے، اگر ہم آج دنیا میں اپنی نافعیت ثابت نہیں کریں گے تو صرف اللہ رب العزت کا کوڑا اچلے گا اور وہ خس وخاشاک کی طرح ہمارا وجود مٹا کر رکھ دے گا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو! تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بقیہ مودی حکومت چھپر میں آگ لگا کر سینک رہی ہاتھ............ سچائی یہ ہے کہ مرکزی حکومت کا ٹیکس کلیکشن مسلسل رواں مالی سال کے پہلے آٹھ مہینوں میں راست ٹیکس کی جمع کل ۶؍لاکھ کروڑ ہے جبکہ جمع کی امید ساڑھے ۱۳؍لاکھ کروڑ تھی، اب حکومت اس کمی کو اثاثہ فروخت کر کے پورا کرنا چاہتی ہے، جو ایسا ہی ہے جیسے چھپر میں آگ لگا کر ہاتھ سینکا جائے۔خطرناک معاشی حقائق کا اندازہ ایک موقر انگریزی روزنامہ میں سابق وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کی جانب سے دیئے گئے ان اعداد وشمار سے لگایا جاسکتا ہے کہ مجموعی گھریلو پیداوار ۱۵؍برسوں میں سب سے نچلی سطح پر ہے جبکہ بے روزگاری کی شرح ۴۵؍برسوں میں سب سے زیادہ ہے گھریلو کھپت چار دہائیوں میں سب سے نچلی سطح پر ہے جبکہ بنکوں میں ناقابل وصول قرض ہمیشہ سے زیادہ ہے اور بجلی کھپت ۱۵؍برسوں میں سب سے کم ہے یعنی صنعتی سرگرمیاں بھی قریب قریب ٹھپ ہیں۔مودی حکومت نے یوپی اے دور حکومت میں اونچی گھریلو پیداوار سے متعلق اعداد وشمار ہی سرکاری ویب سائٹ سے ہٹادیئے ہیں اس سے مودی حکومت کے کام کرنے کے انداز اور عوام سے حقائق چھپنے کی روش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(**عبید اللہ ناصر**)

Volume:59/69,Issue:47 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

میرا عزم اتنا بلند ہے کہ پرائے شعلوں کا ڈر نہیں
مجھے خوف آتش گل سے ہے یہ کہیں چمن کو جلا نہ دے
(شکیل بدایونی)

فلسطینی عوام: ظلم وستم کی داستان

ظفر دارک قاسمی

روئے زمین پر ارض فلسطین میں رہنے والی عوام نے نہ جانے ظلم وستم کی کتنی داستانیں دیکھی ہیں، ہر روز ان پر آتش وآہن کا نیا کھیل کھیلا جاتا ہے، معصوموں، بچوں، جوانوں، بوڑھوں اور خواتین پر زیادتی، قتل وغارت گری کا ہر حربہ استعمال کیا جارہا ہے، گویا آلام ومصائب کی نہ ختم ہونے والی رات شروع ہوچکی ہے، جب صبح نمودار ہوتی ہے اور دن کا اجالا بڑھتا ہے تو فلسطینی عوام کی زندگیوں میں اندھیرے کا سماں بندھ جاتا ہے کوئی نہ کوئی اس مظلوم عوام کے صحن میں زندگی کی آخری سانسیں پوری کررہا ہوتا ہے، ہر صبح ان کی زندگیوں میں خوشیوں کے بجائے افسردگی، پژمردگی اور مایوسی کی نوید لیکر آتی ہے، اب تک نہ جانے کتنے افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں، ان کا صرف قصور اتنا ہے کہ وہ اپنے اوپر کئے جانے والے مظالم کا دفاع کرتے ہیں، فلسطین کا موجودہ قضیہ جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اس حقیقت سے بھی آشنا ہوا جائے کہ صیہونی ریاست اسرائیل نے مقدس سرزمین پر اپنا تسلط کیونکر جمایا، چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے: ''پہلی جنگ عظیم کے موقع پر ڈاکٹر وائزمین جو اس وقت یہودیوں کے قومی وطن کی تحریک کا روح رواں تھا، انگریز حکومت سے اس نے وہ مشہور پروانہ حاصل کرلیا، جسے تاریخ میں اعلان بالفور کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اگر ان دستاویزات کا بغور مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ اعلان بالفور کے وقت فلسطین میں یہودیوں کی کل آبادی پانچ فیصد بھی نہ تھی۔'' مگر لارڈ بالفور کے جارحانہ اور جانبدارانہ الفاظ بھی ملاحظہ کرتے چلئے: ''ہمیں فلسطین کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے ہوئے وہاں کے موجودہ باشندوں سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صیہونیت ہمارے لیے ان سات لاکھ عربوں کی خواہشات اور تعصّبات سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو اس قدیم سرزمین میں اِس وقت آباد ہیں۔''

بالفور کی ڈائری کے یہ الفاظ آج بھی برطانوی پالیسی کی دستاویزات (Documents of British Policy) کی جلد دوم میں موجود ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۱۷ء میں یہودی آبادی جو صرف پچیس ہزار تھی وہ پانچ سال میں بڑھ کر ۳۸/ ہزار کے قریب ہوگئی۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۹ء تک ان کی تعداد ساڑھے چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ جنگ عظیم دوم کے زمانے میں ہٹلر کے مظالم سے بھاگنے والے یہودی ہر قانونی اور غیر قانونی طریقے سے بے تحاشہ فلسطین میں داخل ہونے لگے۔ صیہونی ایجنسی نے ان کو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں فلسطین میں گھسانا شروع کردیا اور مسلح تنظیمیں قائم کیں، جنھوں نے ہر طرف ماردھاڑ کرکے عربوں کو بھگانے اور یہودیوں کو ان کی جگہ بسانے میں سفاکی کی حد کردی۔ اب ان کی خواہش تھی کہ فلسطین کو یہودیوں کا ''قومی وطن'' کے بجائے ''قومی ریاست'' کا درجہ حاصل ہوجائے۔ ۱۹۴۷ء میں برطانوی حکومت نے فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کردیا، نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کردیا۔ اس کے حق میں ۳۳/ ووٹ اور اس کے خلاف ۳۱/ ووٹ تھے۔ دس ملکوں نے کوئی ووٹ نہیں دیا۔

آخر کار امریکہ نے غیر معمولی دباؤ ڈال کر ہائیٹی، فلپائن اور لائبیریا کو مجبور کرکے اس کی تائید کرائی۔ یہ بات خود امریکن کانگریس کے ریکارڈ میں موجود ہے کہ یہ تین ووٹ زبردستی حاصل کیے گئے تھے۔ تقسیم کی جو تجویز ان ہتھکنڈوں سے پاس کرائی گئی، اس کی رو سے فلسطین کا ۵۵/ فیصد رقبہ ۳۳/ فیصد یہودی آبادی کو، اور ۴۵/ فیصد رقبہ ۶۷/ فیصد عرب آبادی کو دیا گیا۔ حالانکہ اس وقت تک فلسطین کی زمین کا صرف ۶/ فیصد حصہ یہودیوں کے قبضے میں آیا تھا۔ یہودی اس تقسیم سے بھی راضی نہ ہوئے اور انہوں نے ماردھاڑ کرکے عربوں کو نکالنا اور ملک کے زیادہ سے زیادہ حصے پر قبضہ کرنا شروع کردیا۔ آرنلڈ ٹائن بی اپنی کتاب (A Study of History) میں لکھتا ہے کہ: ''وہ مظالم کسی طرح بھی ان مظالم سے کم نہ تھے جو نازیوں نے خود یہودیوں پر کیے تھے۔ اسی طرح ۹/ اپریل ۱۹۴۸ء کے قتل عام کا خاص طور پر اس نے ذکر کیا ہے، جس میں عرب عورتوں، بچوں اور مردوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ عرب عورتوں اور لڑکیوں کا برہنہ جلوس نکالا گیا اور یہودی موٹروں پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر جگہ جگہ یہ اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ: ''ہم نے دیر یاسین کی عرب آبادی کے ساتھ یہ اور یہ کیا ہے، اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔'' ان حالات میں ۱۴/ مئی ۱۹۴۸ء کو عین اس وقت جبکہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی فلسطین کے مسئلہ پر بحث کررہی تھی، یہودی ایجنسی نے رات کے دس بجے اسرائیلی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کردیا اور سب سے پہلے امریکہ اور روس نے آگے بڑھ کر اس کو تسلیم کیا۔ حالانکہ اس وقت تک اقوام متحدہ نے یہودیوں کو فلسطین میں اپنی قومی ریاست قائم کرنے کا مجاز نہیں کیا تھا۔ اس اعلان کے وقت تک ۶/ لاکھ سے زیادہ عرب گھر سے بے گھر کیے جاچکے تھے اور اقوام متحدہ کی تجویز کے بالکل خلاف یروشلم (بیت المقدس) کے آدھے سے زیادہ حصے پر اسرائیل قبضہ کرچکا تھا۔ پس یہی ہے وہ منحوس دن جس کو تاریخ فلسطین میں یوم نکبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ اور آگے تک جاتی ہے۔ توسیع پسند وتسلط وطاقت کے نشہ میں مدہوش اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں تمام فلسطین پر قبضہ کرلیا اور مقامی باشندوں کو بے دخل کردیا، یوں اس سرزمین کے اصل وارث لاکھوں کی تعداد میں اردن، لبنان اور شام میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، مگر سامراجی اور استعماری ہتھکنڈوں نے انہیں یہاں سے بھی نکالنے کی سازش کی، چنانچہ ستمبر ۱۹۷۵ء میں اردن کی شاہی افواج نے یہاں پر مقیم فلسطینیوں پر ظلم کی انتہا کردی۔ ان کا قتل عام کیا گیا، اس کے بعد ان فلسطینیوں کو لبنان میں پناہ پر مجبور کردیا گیا۔ اس بھیانک ظلم کو سیاہ ستمبر کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ فلسطیں میں اسرائیل کی سکونت غاصبانہ اور جابرانہ ہے جب سے آج تک فلسطینی باسیوں نے نہ جانے کتنے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں، ظلم بالائے ظلم یہ کہ چند مہینے قبل امریکہ نے یروشلم میں اپنا سفارتخانہ قائم کرلیا اور جب فلسطینی عوام نے اس کے روکنے کے لئے احتجاج کیا تو نہتے لوگوں کو بموں اور بارود سے نشانہ بنا کر ڈھیر کرڈالا امریکہ کے اس رویہ کے خلاف دنیا کے بیشتر ممالک میں احتجاج ہورہے ہیں اور امریکہ کے اس عمل کو غیر انسانی قرار دیا جارہا ہے، مگر اس پر کوئی جوں نہیں رینگ رہی ہے، اسی وجہ سے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارہ کے سربراہ نے اسرائیل کے فلسطینی مظاہرین کے خلاف طاقت کے استعمال کو غیر مناسب قرار دیا ہے، جنیوا میں منعقدہ ایک اجلاس میں اسرائیل کی حالیہ سفاکی کا نوٹس لیتے ہوئے کہا کہ غزہ کے رہنے والے مؤثر انداز سے ایک زہر آلود پنجرے میں قید ہیں لہذا اسرائیل کو غزہ کا قبضہ ختم کرنا چاہئے۔

اسی طرح اسرائیل کی حالیہ دراندازی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسلامی سربراہی کانفرنس میں متفقہ طور پر کہا گیا ہے کہ امریکی ایماء پر اسرائیلی افواج جنگی جرائم کا ارتکاب کررہی ہے، اگر اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسرائیل نے یہ جرائم امریکی سفارتخانہ منتقلی کے غیر قانونی پس منظر میں کئے، جبکہ سفارتخانہ کی منتقلی مجرمانہ قدم ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ امریکہ کا یہ قدم اقوام متحدہ چارٹر اور عالمی قوانین کی خلاف ورزی اور مسلم امہ کے خلاف اشتعال انگیزی اور کھلی دشمنی کا واضح ثبوت ہے، حیرت اس بات کی ہے کہ امریکی سفارتخانہ کی غیر قانونی منتقلی پر غیر مسلح فلسطینیوں کے پرامن احتجاج پر اسرائیلی سفاک افواج نے تشدد اور بربریت کا راستہ اختیار کیا، جس کے نتیجہ میں ایک اخباری بیان کے مطابق ساٹھ سے زیادہ فلسطینیوں کی شہادت ہوئی اور تین ہزار سے زیادہ افراد زخمی ہوگئے، ساتھ ہی سیاسی مبصرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ امریکی سفارتخانہ کی مقبوضہ بیت المقدس منتقلی کسی گہری سازش کا حصہ ہے، امریکہ کے اس غیر ذمہ دارانہ عمل کی بنیاد پر کئی مملک نے اپنے سفیروں کو بھی اسرائیل سے واپس بلالیا ہے۔

اسرائیل اور امریکہ کی درندگی اور سفاکی سے دلبرداشتہ ہوکر ایک عیسائی پادری مینوئل (جو یروشلم میں عیسائی اسلامی کمیٹی کے رکن ہیں) یہ کہنے پر مجبو ہوگیا کہ فلسطینیوں کی آزادی کے لئے نئے صلاح الدین ایوبی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے سماج دشمن عناصر پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا کہ یروشلم کی آزادی کا راستہ غزہ سے ہوکر گزرتا ہے اور فلسطین کی آزادی کے لئے ایک نئے صلاح الدین ایوبی کو جنم لینا ہوگا۔ پادری نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ یہ صلاح الدین ایوبی کسی بھی نام سے ہوسکتا ہے، لیکن وہ اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوکر فلسطین کو اسرائیل سے آزاد کرائے گا، اس وقت عیسائی رہنما کا یہ کہنا اور مظلوم فلسطینیوں کی حمایت میں آواز اٹھانا انتہائی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ تقریبا زیادہ تر عیسائی یہودیوں کے بتائے ہوئے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا کے بیشتر حصوں اور مؤثر اداروں پر یہودیت کا اثر ورسوخ ہے ایسے موقع پر عیسائی مذہبی رہنما کی طرف سے مظلوموں کی دادرسی میں صدا بلند کرنا بہت بڑا کارخیر ہے، ظاہر ہے کہ اسرائیلی سفاکی کو ختم کرنے کے لئے تمام انصاف پسند اور حق نواز انسانوں کو مل کر آواز بلند کرنے کی بیحد ضرورت ہے۔

الغرض اس وقت پوری دنیا میں امریکہ کا یہ غیر ذمہدارانہ قدم ایک نئی بحث کا موضوع بنا ہوا ہے امریکہ کی اس حرکت سے نمٹنے کے لئے تمام مسلم ممالک کے سربراہان کو یکجا ہونا پڑیگا اور امریکہ کی اسلام دشمن پالیسیوں پر سنجیدگی سے غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے، وہیں آج اس بات کی بھی سخت ضرورت ہے کہ اسلام کے بارے میں مغرب نے جو پروپیگنڈہ اختیار کررکھا ہے اس کا مؤثر اور دندان شکن جواب دینے کے لئے علمی اور عملی طور پر ہر آن مستعد رہنے کی ضرورت ہے یہ بھی عرض کردوں کہ امریکہ اور اسرائیل کی اس طرح کی اسلام مخالف سرگرمیاں کوئی نئی بات نہیں ہے صیہونی طاقتوں نے اپنی روزی روٹی کی بنیاد اسلام دشمنی پر کھڑی کررکھی ہے آئے دن وہ اسلام کے خلاف نئے زاویے اور طریقہ اپنا رہے ہیں مگر ان کے دفاع میں ہمارا کیا وطیرہ ہے؟ بلکہ بعض مسلم ممالک کے سربراہ تو فکری اور عملی طور پر امریکہ اور اس کے نت نئے فتنوں کے اسیر ہوچکے ہیں۔